مُحدِّث

دار التالیف والترجمہ ریوڑی تالاب بنارس

★

عدد مسلسل ٦٨ ◎ صفر ١٤٠٩ھ ◎ ستمبر ١٩٨٨ء

AsliAhleSunnet.com

ماهنامه **محدث** بنارس

شمارہ ۹ ستمبر ۱۹۸۸ء صفر المظفر ۱۴۰۹ھ جلد ۶

برگ و بار

۱- حمد	تابش حجازی	۲
۲- رخصت اے بزم چمن !	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	۳
۳- عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت :	فضل الرحمن	۵
۴- چلہ کشی ؟	غازی عزیر	۱۴
۵- دعوتِ فکر و عمل	حبیب الرحمن اعظمی عمری	۳۰
۶- امام ضیاء الدین مقدسی صاحب المختارہ ،	مولانا محمد حنیف فیضی	۳۴
۷- اسلام میں متعدد شادیاں :	عبداللہ عبدالرؤف	۴۴
۸- نمازیوں کے پانچ مختلف درجے ۔		۴۷
۹- نغمۂ بیداری	شاہد اثری	۴۸

پتہ :-

دارالتالیف والترجمہ

بی ۱۸/۱ جی ریوڑی تالاب

وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

بدلِ اشتراک :

سالانہ : تیس روپے

فی پرچہ : تین روپے

AsliAhleSunnet.com

حمد

از
تابش حجازی
مئو ناتھ بھنجن

زمین و آسماں تیرے ، مکان و لامکاں تیرا
کہ ہر گلشن کی شاخ سبز پر ہے آشیاں تیرا

یہی ہے معرفت تیری ، یہی نام و نشاں تیرا
مکین عرش تو، لیکن مکاں ہے لامکاں تیرا

کرشمہ دیکھ کر قدرت کا تیری عقل حیراں ہے
کہ تکوینِ دو عالم کا سبب ہے "کن فکاں" تیرا

تری حکمت کا آئینہ یہ مہر و ماہ کی گردش
یوں ہی جلوہ بہ جلوہ ہے عیاں حسن نہاں تیرا

مشیت دیکھ کر تیری ازل ہی میں "بلیٰ" کہہ کر
سجا کر رکھ لیا میں نے جبیں پر آستاں تیرا

فروغِ ماہ و انجم کیا، بہارِ لالہ و گل کیا؟
ہویدا ہے ہر اک شے سے جمالِ دلستاں تیرا

تو ہے بے مثل، یکتا، ذات تیری واحدِ مطلق
نہ کوئی تیرا ثانی ہے نہ کوئی رازداں تیرا

تری ہی ذات کا پرتو ہے اس گلزارِ ہستی میں
رقم اک ایک برگِ گل پہ ہے نام و نشاں تیرا

ملائک کی فلک پر اور زمیں پر جن و انساں کی
زبانوں پر بہ ہر ساعت ہے ذکرِ جاں ستاں تیرا

تو ہی اول تو ہی آخر، تو ہی ظاہر، تو ہی باطن
حدِ ادراک سے ہے ماورا سرِّ نہاں تیرا

ترے فضل و کرم کا کیوں نہ ہو ممنون یہ تابش
کہ ہے اس کے لیے جاں بخش لطفِ جاوداں تیرا

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ راہ

رخصت اے بزمِ جہاں

قارئین محدث کے لیے غالباً یہ اطلاع نئی نہ ہوگی کہ میں جامعہ سلفیہ سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ جا رہا ہوں اور میرے ہاتھوں ترتیب پانے والا محدث کا یہ آخری شمارہ ہے۔ اسے ترتیب دیتے ہوئے لازماً نگاہ پلٹ کر پیچھے کی طرف جاتی ہے۔ خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ہماری طالب علمی کے اواخر کا زمانہ تھا جب جماعت کے بلند ایوانوں سے یہ بشارت سنائی پڑی کہ ایک عرصہ دراز سے جماعت کو جس مرکزی درس گاہ کا انتظار تھا، اب وہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے کو ہے۔ ہم طلبہ کے لیے ایسی کسی درس گاہ کی خوشخبری کوچۂ جاناں کے تصور سے کم نہ تھی۔ چنانچہ ہم سراپا شوق بن کر اس گھڑی کا انتظار کرنے لگے، جب یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہونے والا تھا، ہمارے وجود کا ایک ایک ذرہ پکار رہا تھا۔ کہ ؎

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی

لیکن اس وقت کے آنے سے پہلے ہی ہماری طالب علمی کی بساط لپٹ گئی۔ اور ہم زندگی کے تلخ حقائق کا سامنا کرنے کے لیے ذمہ داریوں کے ایسے لق و دق صحراؤں میں پھینک دیے گئے جہاں سے پلٹ کر دوبارہ یہ بساط بچھانی ممکن نہ تھی۔ تاہم احساس و شعور کے دائرہ میں ایسی کسی درس گاہ کے ساتھ عقیدت و محبت کے جو شرارے روشن تھے، ان کی تپش بڑھتی ہی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ تاسیس و افتتاح کی ہر دو تقریبات میں نہایت ذوق و شوق سے حصہ لیا گیا۔ اور پروگراموں کے ایک ایک حصہ پر متجسسانہ اور عقیدت مندانہ نظر ڈالی گئی۔ تاسیس کے موقع پر مولانا عبد المتین صاحب مرحوم (نور اللہ مرقدہ واسکنہ فسیح جنانہ) نے جو تاریخی تقریر فرمائی تھی، اس کے عالمانہ اور گرانقدر مشمولات، پر جلال انداز بیان اور پرشکوہ لب و لہجہ آج تک یاد ہے۔ افتتاحی تقریب میں درس بخاری کی جو مجلس سجی، وہ بھی نظروں کے سامنے ہے۔ ؎

AsliAhleSunnet.com

ہر چند ہوا ترکِ تعلق کو زمانہ یادوں کا مگر آج بھی ہر زخم ہرا ہے

اپنے مرکز سے عقیدت کی اس تپش نے پورے وجود کو جذبۂ خدمت سے سرشار رکھا تھا، مگر اپنے مرکز کی فلک پیما بلندی کے تصور اور اپنی علمی بے مائیگی کے احساس کے درمیان فاصلہ اتنا طویل نظر آتا تھا کہ امید نہ تھی کہ کبھی اس جذبۂ خدمت کو جامۂ عمل پہنانے کی سعادت نصیب ہو سکے گی۔ لیکن ایک دن ایسا آیا جب اس سعادت نے خود بڑھ کر ہاتھ تھام لیا۔ یہ شوال ۱۳۹۲ھ (اواخر اکتوبر ۱۹۷۲ء) کا زمانہ تھا۔ یہ ہجوم زندگی سے نکل کر یہاں قدم رکھا تو، فراغتے "کتابے وگوشۂ چمنے" کا سماں تھا۔ مگر فراغت کے یہ لمحات تیزی سے پُر ہوتے گئے، اور گوشۂ چمن سے جلد ہی نکل کر موجوں کے بیچ میں آنا پڑا۔ پھر کیا تھا قدم قدم پر نشیب و فراز سے سابقہ پیش آیا۔ سرد گرم فضاؤں سے دوچار ہونا پڑا۔ بہار و خزاں کی رنگینیوں اور ویرانیوں کے تماشے دیکھے۔ طوفان کے جھونکوں سے سابقہ پیش آیا، جنھوں نے قدم ڈگمگانے اور اکھاڑنے کی کوشش کی مگر تعمیر و چمن بندی کے جن جذبات و احساسات نے دل و دماغ کو معمور کر رکھا تھا، ان کی تازگی و بالیدگی میں اللہ کی توفیق سے کوئی فرق نہ آیا، اور وہ دوسرے تمام احساسات پر غالب رہے، نہ پاؤں صراطِ مستقیم سے ڈگمگایا نہ رخِ منزل کی جہت سے کسی اور طرف مڑا۔ ادائیگیٔ فرض کی جیسی تیسی کوشش ممکن ہو سکی کرتا رہا۔ پھر ۱۹۸۲ء کے آغاز سے محدث کی ایڈیٹرشپ اور ترتیب بھی ذمہ داریوں میں شامل ہو گئی اور اس طرح قوم و جماعت کے ذہن و مزاج کی گہرائیوں تک تاکنے اور جھانکنے کا بھی موقع ملا۔ اور اسلام، امتِ اسلامیہ اور عالمِ اسلام کے سلسلے میں دوسروں کے احساسات سننے اور اپنے احساسات سنانے اور بتلانے کے بھی مواقع نصیب ہوئے۔ ان مصروفیات میں وقت اس تیز رفتاری سے گزرا کہ مدت کے طول و عرض کا احساس ہی نہ ہو سکا تاآنکہ قسمت کے ساربان نے بانگِ رحیل دی، پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چودہ بہاریں گزر چکی ہیں اور قافلۂ وقت کہیں سے کہیں جا نکلا ہے۔ اور نوع بہ نوع روابط کی ایک دنیا آباد ہو چکی ہے آج جبکہ اس دنیا سے نکل کر ایک دوسری دنیا میں قدم رکھنے کی تیاری ہو رہی ہے، خفتہ جذبات کا طوفان پھر امنڈ پڑا ہے اور در و بام ہیں کہ عہدِ رفتہ یاد دلا رہے ہیں اور دلِ عہد شناس ہے کہ جواب میں کہہ رہا ہے۔

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

ولله الامر من قبل ومن بعد۔

•••

AsliAhleSunnet.com

(قسط دوم)

عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت

فضل الرحمٰن

تاریخ بتاتی ہے کہ میلاد النبی کی مجالس کا انعقاد نہ صرف کتاب و سنت کے خلاف ہے بلکہ قرینۂ عقل و دانش سے بھی بعید ہے، جس کے لیے ذیل میں مزید دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔

(۱) میلاد النبی کی یہ تحریک مسلمانوں میں کوئی قدیم تحریک نہیں ہے، اس کا ذکر نہ قرونِ اولیٰ میں کہیں پایا جاتا ہے اور نہ صحابہ کرامؓ کے دور میں۔ حضور اکرمؐ اپنی پیدائش کے بعد ۶۳ سال اور نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ۲۳ برس تک اس دنیا میں بقیدِ حیات تھے، مگر انھوں نے کسی ایک سال بھی اپنی پیدائش کا جشن نہ منایا اور نہ کسی صحابی کو یہ جشن منانے کا حکم دیا۔ حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد بھی صحابہؓ اور خلفائے راشدین میں سے کسی نے اس جشنِ میلاد النبی کا اہتمام نہیں فرمایا۔ ان کے بعد ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے زمانوں میں بھی اس میلاد کا کہیں ذکر نہیں ملتا تو پھر آج کا مسلمان یہ میلاد النبی کا جشن منا کر کیا ثابت کرنا چاہتا ہے؟ کیا یہی کہ آج جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ صحیح اسلام ہے اور حضور اکرمؐ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، تابعین کرام اور ائمۂ اربعہ وغیرہ رحمہم اللہ نے یہ جشن نہ منا کر شدید غلطی کی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک) قارئین حضرات خود ہی اس کا فیصلہ فرمائیں۔

(۲) میلاد النبیؐ کی مجالس و محافل اور اس کا جشن ساتویں صدی ہجری کے شروع میں تقریباً ۶۰۴ھ میں سب سے پہلے منایا گیا۔ اس سے پہلے اس بدعتی رسم کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا کہ یہ کیا شے ہے۔ مشہور مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں:

"سب سے پہلا شخص جس نے یہ بدعت جاری کی وہ موصل (عراق) کے علاقے میں اربل کا حاکم ابوسعید کوکبوری بن ابی الحسن علی بکتگین بن محمد المقلب الملک المعظم مظفر الدین المتوفی ۱۸ رمضان المبارک ۶۳۰ھ تھا۔ یہ حکمران ان محفلوں میں بے دریغ روپیہ خرچ کرتا تھا اور لہو و لعب کے ساتھ راگ و رنگ کی محفلیں منعقد کیا کرتا تھا۔" (ابن خلکان ص ۳۸۱)

مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم فرماتے ہیں: یعنی اہلِ تاریخ نے صراحت کی ہے کہ یہ بادشاہ بھانڈوں اور گانے والوں

AsliAhleSunnet.com

کو جمع کرتا اور گانے کے آلات سے گانا سنتا اور خود ناچتا تھا۔ ایسے شخص کی گمراہی میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس جیسے آدمی کے فعل کو کیسے روا اور اس کے قول پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۲)

امام سیوطی فرماتے ہیں: "ملک مظفر وہ پہلا شخص ہے جس نے اس بدعت کو ایجاد کیا، اس نے ایک مرتبہ میلاد میں ایسا دسترخوان تیار کردیا جس میں پانچ ہزار بھنی ہوئی بکریوں کی سری، دس ہزار مرغیاں، سو گھوڑے، ایک لاکھ پیالیاں اور تیس ہزار مٹھائیوں کے بڑے بڑے خوان تھے۔ پھر ظہر سے فجر تک صوفیاء (جو صالحین کے نام سے مشہور تھے) کے لیے محفلِ سماع منعقد کی گئی اور وہ خود بہ نفسِ نفیس اس میں شریک ہوا اور اس میں جھومتا رہا۔" (الحاوی مصنفہ امام سیوطیؒ)

ابن خلکانؒ لکھتے ہیں کہ: "محفلِ میلاد کے جواز کا فتویٰ دینے والا جس نے سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھایا وہ ابو الخطاب عمر بن الحسن المعروف ابن دحیہ الکلبی المتوفی ۶۳۳ھ ہے، جس نے "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" کتاب لکھ کر ملک مظفر الدین کی خدمت میں پیش کی اور اس پر ایک ہزار اشرفیاں انعام میں حاصل کیں۔" (ابن خلکان ص ۳۸۱)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ "وہ آئمہ دین اور سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرنے والا اور خبیث زبان والا تھا، بڑا احمق اور متکبر تھا اور دین کے کاموں میں بڑا لاپرواہ اور سست تھا۔" (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۹۶)

صاحبِ قرۃ العیون نے اپنی کتاب جلد ۱ ص ۴۸ پر یہ بات بخوبی ظاہر فرمائی ہے کہ "مذکورہ مجلسِ میلاد قرونِ ثلٰثہ کے بعد اہلِ بدعت نے ایجاد کی ہے۔" اور اس کے بعد آگے چل کر رقمطراز ہیں: "ظاہر ہے کہ اس مجلسِ میلاد بہیئتِ کذائیہ کا موجد شیخ عمر اور ملک مظفر ابوسعید ہے جس کا معلن الفسق (کھلم کھلا فاسق) ہونا عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی المتوفی ۷۶۸ھ صاحب مرآۃ الجنان کے قول سے واضح اور ثابت ہے۔" (قرۃ العیون ج ۱ ص ۵۰)

صاحب توضیح المرام نے نقل کیا ہے: "اول من اخترعه الملك الاربل ومن رعاياه عمر بن ملا محمد وما كانا ثقتين عند اهل الشريعة لانهما يستمعان الغناء والملاهي بل كان الاربل يرقص"

ترجمہ: مجلسِ میلاد کو بادشاہ اربل (مظفر الدین ابوسعید) اور عمر بن ملا محمد نے ایجاد کیا ہے اور یہ دونوں اہلِ شریعت کے نزدیک ثقہ اور معتبر نہیں ہیں، کیونکہ یہ دونوں گانا باجا سنتے تھے بلکہ بادشاہ اربل تو ناچتا بھی تھا۔"

(توضیح المرام فی بیان المولد والقیام ج ۱ ص ۵۰)

چنانچہ قدماء میں سے علامہ تاج الدین الفاکہانی نے رسالہ "المورد فی الکلام مع عمل المولد" میں لکھا ہے کہ "احدثها البطالون وشهوة نفس اغتنابها الاكالون" ترجمہ: مولود کو بطالوں، غلط کاروں اور

AsliAhleSunnet.com

خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں نے نکالا ہے اور اس کا اہتمام شکم پروروں نے کیا ہے۔"

۳۔ تاریخ ولادت باسعادت میں علماء و مورخین کا کافی اختلاف ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ "فی ذکر مولد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم" کے زیرعنوان اپنی مشہور سیرت کی کتاب میں لکھتے ہیں: "حضور اکرمؐ ۲۰ صفر سنہ ۵۷۰ء واقعہ فیل بروز پیر پیدا ہوئے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے دو راتیں قبل اور بعض کا دعویٰ ہے کہ بارہویں رات کو پیدا ہوئے تھے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یوم الفیل کو آپؐ کی ولادت ہوئی تھی۔ ابن اسحٰق کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کی بارہویں شب بروز پیر پیدا ہوئے تھے۔ زہری سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا آپؐ کی ولادت، واقعۂ فیل کے دس سال بعد ہوئی تھی لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔" حضرت براء بن عازبؓ کا قول ہے کہ رسول اکرم پیر کی شب مطابق ۲۲ صفر کو پیدا ہوئے تھے۔" (الوفا باحوال المصطفیٰ للامام ابن جوزی مختصراً ج۱ ص ۹۰-۹۱ وکمافی التلقیح)

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مصری "حیاۃ محمدؐ" میں آپؐ کی ولادت باسعادت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"مورخین کا محمدؐ کے سنہ ولادت کے متعلق بہت اختلاف ہے، اکثر کہتے ہیں کہ آپؐ کی ولادت اس سال ہوئی جس سال واقعہ فیل پیش آیا تھا یعنی ۵۷۰ء میں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یوم الفیل کو آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ آپؐ کی ولادت اس واقعہ سے پندرہ سال قبل ہو چکی تھی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت واقعہ فیل کے چند دن یا چند ماہ یا چند سالوں بعد ہوئی تھی۔ بعض اس بات کا بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت عام الفیل سے تیس۳۰ اور بعض کے نزدیک ستر سال بعد ہوئی تھی۔

سن ولادت میں اختلاف کے ساتھ مورخین اس امر میں بھی مختلف ہیں کہ کس ماہ میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ اگرچہ ماہ ربیع الاول پر اتفاق رکھتے ہیں، اس بات کا بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ آپ کی ولادت محرم میں ہوئی تھی۔ بعض کے نزدیک صفر میں بعض کے نزدیک رجب میں اور بعض کے نزدیک رمضان میں ہوئی تھی۔ سنہ اور مہینہ کے اختلاف کے ساتھ مورخین آپ کی ولادت کی تاریخ میں بھی اختلاف رکھتے ہیں۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ آپ کی ولادت ۳ ربیع الاول کو ہوئی تھی بعض کے نزدیک ۹ ربیع الاول کو اور بعض کے نزدیک ۱۰ ربیع الاول کو۔ اکثر مورخین کے نزدیک آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔" (دی لائف آف محمدؐ از ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مصری ص ۴۸ طبع امریکا)

مورخین کے ان تمام اختلافات کو شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ نے مختصر سیرۃ الرسول ص ۸، ۹ پر، شارح ترمذی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ج ۴ ص ۲۹۵، ۲۹۶ پر اور علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے

AsliAhleSunnet.com

سیرت النبی ج ۱ میں جمع کیا ہے جو قابل مراجعت ہے۔ طبریؒ و ابن خلدونؒ نے تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں: "تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت داں عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں انھوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم کی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی (سیرت النبی ج ۱ ص ۱۷۱)

پروفیسر دل محمد نے ۱۷۵۲ء سے قبل کی تمام تاریخوں کے دن معلوم کرنے کا ایک فارمولا تحریر کیا ہے، جس کے تحت یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کی بجائے ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔ وہ فارمولا اس طرح ہے:

(س + ل + د) / ۷ یعنی جس سنہ کی کسی تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو، اس سے ایک سال پہلے کے سنہ کو "س" سے ظاہر کیا گیا ہے۔ "ل" لوند (LEAP YEAR) کے ان سالوں کی تعداد کو ظاہر کرتا ہے جو اس سنہ سے قبل تک آئے ہوں اور "د" سے دن مراد ہیں۔ یعنی سالِ رواں کے پہلے دن سے تاریخ زیر بحث تک کے دنوں کی تعداد ہے دنوں کو ہفتہ کے دن سے شمار کیا جاتا ہے۔ ذیل میں دو مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

مثال ۱: متفقہ طور سے حضور اکرمؐ کی تاریخ و سنہ ولادت عیسوی سنہ کے اعتبار سے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ (پیر) ہے۔ اس مثال سے (س + ل + د) / ۷ = یوم ولادت ہے۔

"س" (سال)	= ۵۷۰	دن۔ جنوری	: ۳۱
"ل" (لوند)	= ۱۴۲	فروری	: ۲۸
		مارچ	: ۳۱
"د" (دن)	= ۱۱۰	اپریل	: ۲۰ (تاریخ ولادت تک)
		جملہ	۱۱۰

چنانچہ	س = ۵۷۰	ہفتہ میں ۷ دن ہوتے ہیں، پہلا دن ہفتہ سے شروع ہوتا ہے۔
	ل = ۱۴۲	اس کے مطابق ۸۲۲ کو ۷ پر تقسیم کر دیں تو باقی ۳ بچتا ہے جو پیر کا
	د = ۱۱۰	دن ہے، جو ۹ ربیع الاول کا دن ہے نہ کہ ۱۲ ربیع الاول کا
	جمع = ۸۸۲	

مثال ۲: اکثر مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ واقعہ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ بروز جمعہ پیش آیا تھا۔ اس فارمولا کے

AsliAhleSunnet.com

استعمال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مذکورہ بالا دن جمعہ نہ تھا، جیسا کہ افسانوی طرز کے قصوں اور واقعہ کربلا کی موضوع روایات میں بیان کیا جاتا ہے، بلکہ یہ دن چہار شنبہ تھا، یعنی ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء مطابق ۱۰ محرم ۶۱ھ۔ اس مثال سے یں + ل + د = یوم عاشورہ ہے۔

چنانچہ
س = ۶۷۹
ل = ۱۶۹ — اس جملہ عدد ۱۱۳۲ کو ۷ پر تقسیم کریں تو باقی ۵ بچتا ہے جو چہار شنبہ
د = ۲۸۴ — کا دن ہے۔ اس فارمولا کی رو سے ۱۰ محرم ۶۱ھ بروز چہار شنبہ ہے
جملہ = ۱۱۳۲ — نہ کہ جمعہ۔

جب حضور اکرمؐ کی تاریخ ولادت تحقیقی طور پر ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ (پیر) مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ٹھہری تو ۱۲ ربیع الاول کو جشنِ میلاد النبیؐ منانا کیا معنی رکھتا ہے؟

مشہور مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ "یہی وجہ ہے کہ خود اس کا موجد بھی یہ جشن ایک سال ۸ ربیع الاول اور دوسرے سال ۱۲ ربیع الاول کو منایا کرتا تھا۔ (ابن خلکان ص ۴۳۷)

اگرچہ اوپر وافر مقدار میں دلائل پیش کیے جا چکے ہیں جو قبولِ حق اور تسکین الصدور کے لیے کافی ہیں، لیکن مضمون ختم کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں بعض مشہور اور معتمد علمائے کرام کے چند فتاویٰ بھی نقل کر دیے جائیں۔ چنانچہ علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ (مفتی اعظم سعودی عرب) کا شائع کردہ ایک فتویٰ پیشِ خدمت ہے، جس میں عید میلاد النبیؐ کی شرعی حیثیت اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"عید میلاد النبیؐ کے نام پر محفلیں منعقد کرنا شرعاً ناجائز ہے، ان کا اہتمام سراسر بدعت اور دین میں نئی اختراع ہے۔ اس لیے کہ رسول اکرمؐ نے نہ تو خود ایسا کیا اور نہ ہی خلفائے راشدین نے ایسی محفلیں منعقد کیں۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ نے ایسا کیا اور نہ قرونِ اولیٰ میں تابعین اور تبع تابعین سے ایسا کوئی واقعہ ثابت ہے جس سے اس کا ثبوت ملتا ہو، حالانکہ وہ سب سے زیادہ سنت کے عالم اور رسول اللہ کے ساتھ کامل محبت رکھنے والے اور شریعت کے تابع تھے۔ قرآن و سنت میں کہیں بھی عید میلاد النبیؐ یا محفلِ میلاد منعقد کرنے کا ثبوت نہیں ملتا، لیکن اس کے باوجود جو حضرات اس نوعیت کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور انھیں باعثِ ثواب سمجھتے ہیں، ان کے طرزِ عمل سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ نے اسلام کو اس امت کے لیے مکمل نہیں کر دیا؟ کیا رسول اللہ نے وہ تمام باتیں امت کو نہیں بتائیں جن

AsliAhleSunnet.com

پر امت کو عمل پیرا ہونا تھا؟

اب بعد میں آنے والے لوگوں نے عید میلاد النبیؐ یا محفلِ میلاد کی صورت میں شریعت کے نام پر ایسی بدعات جاری کردی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھی حکم نہیں دیا تھا۔ اس سے تو اللہ ۔۔۔۔ اور اس کے رسول کی ذاتِ اقدس پر یہ الزام آتا ہے کہ آپ نے امت سے وہ چیز چھپائے رکھی جو فی الواقعہ اس کے لیے بہت مفید تھی۔ جب کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (سورہ المائدہ : ۳)

آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تمھارے اوپر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور میں راضی ہوں تمھارے لیے دین اسلام سے

اگر محفلِ میلاد منعقد کرنا دین الٰہی کا حصہ ہوتا تو یقیناً رسول اکرمؐ اس کے انعقاد کا امت کو حکم دیتے یا اپنی زندگی میں خود بھی ایسی محفلیں منعقد کرتے یا کم از کم صحابہ کرامؓ تو ان محفلِ میلاد کا اہتمام ضرور کرتے۔ جب ان میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ محفلِ میلاد یا عید میلاد النبیؐ کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ سراسر ایک بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗ اِلَی اللّٰهِ ط (سورہ الشوریٰ : ۱۰)

اور تم جس میں اختلاف کرتے ہو، اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔

اس اصول کی بنیاد پر ہم اس اختلافی مسئلہ یعنی میلاد النبیؐ کو کتاب اللہ کی طرف لوٹاتے ہیں، ہمیں قرآن نے اتباعِ رسول کا حکم دیا ہے۔ قرآنِ عزیز نے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے جو اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر آئے تھے، اس میں ایسی محفلیں منعقد کرنے کا کہیں ذکر نہیں ملتا، جس سے معلوم ہوا کہ ان محفلوں کا تعلق اس دین سے بالکل نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مکمل کیا ہے۔

(ترجمہ فتویٰ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، مختصراً)

امام علامہ تاج الدین الفاکہانیؒ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"بعض لوگ ماہ ربیع الاول میں جو اجتماعات منعقد کرتے اور اس کا نام میلاد النبی رکھتے ہیں۔ ایسے اجتماعات کی مشروعیت کے متعلق مجھ سے بارہا استفسار کیا گیا ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ مجھے اس محفل میلاد کی اصل کا علم نہیں ہے،

AsliAhleSunnet.com

نہ یہ کتاب اللہ میں موجود ہے، نہ ہی سنتِ رسول اللہؐ میں اور نہ ہی علمائے امت میں سے کسی کا اس پر عمل منقول ہے بلکہ یہ بدعت ہے جس کو بطالوں نے دین میں ایجاد کیا ہے الخ " (رسالہ الفاکہانی بحوالہ التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی ج۱ ص ۲۹۱ طبع لاہور)

صاحب مدخل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " منجملہ یہ دین میں پیدا کی گئی بدعت ہے۔ اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھا گیا ہے کہ سب سے بڑی عبادت ہے اور ماہ ربیع الاول میں میلاد کے نام پر کیے جانے والے شعائر کا اظہار ہے۔ یہ محفل پوری کی پوری بدعت اور محرمات پر مشتمل ہے، اس کی نیت بھی بنفسہٖ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے۔ "

(التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی ج۱ ص ۲۹۱)

صاحب القول المعتمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " مذاہب اربعہ کے علماء کا اس کی ذم پر اتفاق ہے۔ شریعت الٰہیہ کے موجود ہوتے ہوئے اس پر عمل کرنا بدعت کے ہم معنی ہے۔ پس جان لو کہ مختلف ممالک میں چاروں طرف مجلس میلاد النبی کی جو رسم پھیلی ہوئی ہے ایک مذموم بدعت ہے کیونکہ وہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں ہے۔ "

(التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی ج۱ ص ۲۹۱)

علامہ عبدالحی بن محمد عبدالحلیم حنفی لکھنوی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۰۴ھ نے اپنی مشہور کتاب الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ " میں ایک باب " ذکر بعض القصص المشہورۃ " مقرر کیا ہے۔ آپ اس میں مروجہ محفل میلاد کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: " ان مشہور قصوں میں سے ایک قصہ یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، بنفسِ نفیس اپنے میلاد کی مجالس وعظ میں اور ایسے مقامات پر جہاں آپ کے میلاد کا ذکر ہوتا ہے تشریف لاتے ہیں اسی باعث مجالس میلاد کرنے اور ان میں شرکت کرنے والے لوگ میلاد کے ذکر و بیان کے وقت آپؐ کی تعظیم و اکرام کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بھی ان اباطیل میں سے ایک باطل چیز ہے جو کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ اس کے ثابت ہونے کا امکان یا احتمال قطعی خارج از حدِ بیان ہے۔ اس جیسے بے شمار قصے جن میں سے چند قصوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے، فضلِ محمدیؐ اور میلادِ احمدیؐ کے متعلق واعظین اپنی طرف سے گھڑ کر اور بغیر کسی دلیل و ثبوت کے بیان کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت کا یہ ذکر کرنا بہت بڑا ثواب ہے حالانکہ وہ غافل مسلمانوں کو اس طرح گناہِ عظیم میں مبتلا کرتے ہیں کیونکہ اس ذکر کی اکثر باتیں نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قول و فعل اور وصف و جمال یا کمال، جن کا ذکر صریح اخبار اور صحیح آثار و احادیث میں موجود ہے، کے برخلاف کذب ہوتی ہیں

AsliAhleSunnet.com

الخ..." (الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ للعلامہ عبدالحی حنفی لکھنوی رح ص ۴۶ - ۴۷ - طبع بیروت)

علامہ بشیر الدین قنوجی رح نے محفل میلاد النبی ؐ کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام نہایۃ الکلام فی تحقیق المولد والقیام "لکھا تھا جس میں انھوں نے ہر دور اور ہر مسلک کے بے شمار علماء کے اقوال جمع کیے تھے اور بدلائل ثابت کیا تھا کہ یہ ایک مذموم اور واجب الترک بدعت ہے۔ علامہ قنوجی مرحوم کے علاوہ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسماعیل الشافعی رح المتوفی ۶۶۵ھ (جن کا تذکرہ طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۶۱ للسبکی پر مرقوم ہے) نے اپنی کتاب "المومل للرد الی الامر الاول" میں اور ابوشامہ رح نے اپنے رسالہ "المندوبیہ" میں بھی علماء امصار کے اقوال محفل میلاد کے رد میں جمع کیے ہیں اور مجموع الرسائل المنیریہ ج ۳ پر بھی اس موضوع پر مفصل بحث دیکھی جا سکتی ہے۔

علامہ محمد بن جمیل الزینو، مدرس دار الحدیث الخیریہ (مکۃ المکرمہ) فرماتے ہیں:

"اکثر میلاد کی مجالس منکرات و بدعات اور شرعی مخالفات سے خالی نہیں ہوتیں۔ اس طرح کی محفلوں کا انعقاد نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہ آپ ؐ کے صحابہ رض میں سے کسی نے، نہ تابعین نے، نہ ائمہ اربعہ نے اور نہ ہی ان سب کے علاوہ با فضیلت اہل قرون میں سے کسی نے۔ اور نہ ہی اس کے لیے کوئی شرعی دلیل موجود ہے۔

میلاد النبی ؐ کے اہتمام میں درود و سلام کے لیے قیام کرنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا: جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں تو سمجھو کہ اس نے جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالیا۔" (مسند احمد)

حضرت انس رض فرماتے ہیں: صحابہ رض کے نزدیک کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز نہیں تھا لیکن جب وہ (صحابہ رض) آپ ؐ کو دیکھتے تھے تو (تعظیماً) کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ ؐ اس قیام سے کراہت فرماتے تھے۔" (جامع الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۰۳)

ایک دفعہ صحابہ کرام رض آپ ؐ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے تھے تو آپ ؐ نے فرمایا: "مجھے دیکھ کر مت کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی (بے دین لوگ) ایک دوسرے کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہو جاتے ہیں۔" (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۰۳)

اکثر محفل میلاد میں رسول اکرم ؐ کی مدح میں افراط و تفریط اور انتہائی غلو کے ساتھ کام لیا جاتا ہے، حالانکہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا: "مجھے تم ایسا نہ بڑھانا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا، میں تو صرف ایک بندہ ہوں، پس تم مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہنا۔" (مسند احمد و صحیح بخاری اور تفسیر ابن کثیر (اردو) ج ۱ ص ۲۶ سورہ نساء) د(منہاج الفرقۃ الناجیۃ والطائفۃ المنصورۃ علی ضوء الکتاب والسنۃ صد ۱۰۷ - ۱۱۰ مختصراً طبع جمعیۃ احیاء

AsliAhleSunnet.com

التراث الاسلامی کویت)۔

علامہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "غلو" کے موضوع پر اپنے ایک فتوٰی میں تحریر فرماتے ہیں: "ان سب باتوں کا حاصل کلام یہ ہے کہ یہ محض غلو ہے جو نصاریٰ کے غلو کی ہی جنس سے ہے۔ نصاریٰ بعض مخلوقات کو ربوبیت کی کچھ چیزوں میں شریک کرکے غلو کرتے ہیں، چنانچہ مردود اور غیر مقبول ٹھہرے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ سے صحیح طور پر مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میری مدح میں حد سے تجاوز نہ کرو جس طرح کہ نصاریٰ نے عیسٰی ابن مریم کی مدح میں حد سے تجاوز کیا۔ میں تو محض ایک غلام ہوں، بس مجھے اللہ کا غلام اور اس کا رسول کہو" (صحیح البخاری مع فتح الباری ج ۶ ص ۴۷۸ وسنن الدارمی کتاب الرقاق باب ۶۸ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۳، ۲۴، ۴۷، ۵۵، ۶۰)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ (سورہ نساء آیت ۱۷۱)

اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں سوائے حق بات کے اور کچھ نہ کہو۔" (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مختصراً ج ۱۱ ص ۹۸)

مذکورہ بالا قرآنی آیات، احادیث، تاریخ اور فتاویٰ کی روشنی میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان سے ہر اس انسان کے لیے جو ادنٰی سی عقل وبصیرت رکھتا ہو، حق کا متلاشی اور ساتھ ساتھ منصف مزاج بھی ہو یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ میلاد النبی ﷺ کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یقیناً یہ ایک صریح بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت کا ٹھکانا جہنم کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس سے چھٹکارا پانے کے لیے اس جیسی دوسری بدعتی رسومات سے بھی اجتناب کیا جائے اور اپنے دینی عقائد اور ایمان کو قرآن وصحیح احادیث کی بتائی ہوئی زریں تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرمائی جائے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝ (سورہ رعد: ۱۱)

کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو بدلا نہیں کرتا اور بجز اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔"

AsliAhleSunnet.com

"چلّہ کشی"

بقلم: غازی عزیر ص ب ۲۶۲، الخبر ۳۱۹۵۲، سعودی عرب

اکثر صوفیاء اور خانقاہیت کے مبلغین تطہیر القلوب، تزکیۂ نفس، قرب الٰہی، معرفت حق، اخلاص فی العبادت اور حکمت علی اللسان کے حصول کے لیے "چلہ کشی" پر بہت زور دیتے ہیں، چنانچہ مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب مرحوم (سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، یوپی، بھارت) چلہ کشی کے اثبات اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"..... اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا، پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے، اسی وجہ سے صوفیاء کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔" [1]

جب "چلہ کشی" کے حامی اور مبلغ علماء سے اس کی شرعی دلیل طلب کی جاتی ہے تو مندرجہ ذیل حدیث بطور سند انتہائی زور و شور کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔

"من اخلص للّٰہ اربعین یوما ظہرت ینابیع الحکمۃ علیٰ لسانہ۔"

"جس نے اللہ کے لیے چالیس روز تک خلوص اختیار کیا تو (اللہ کی جانب سے) اس کی زبان پر حکمت کی باتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔"

یہ حدیث متعدد طرق سے وارد ہوئی ہے۔ بعض روایات میں الفاظ کا تھوڑا ردّ و بدل بھی پایا جاتا ہے۔ اس حدیث کو ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء"[2] میں ابو حامد الغزالی نے "احیاء علوم الدین"[3] میں، جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (م ۹۱۱ھ)

---

[1] تبلیغی نصاب (فضائل نماز باب دوم) مصنفہ مولانا زکریا کاندھلوی مرحوم ص ۸۰ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان [2] حلیۃ الاولیاء لابونعیم ج ۵ ص ۱۸۹

AsliAhleSunnet.com

نے "الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ[۴]" "اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ[۵]" اور "الجامع الصغیر[۶]" میں حسین المروزی نے "زوائد الزہد[۷]" میں، امام احمد بن حنبل نے "الزہد" میں، ابن ابی شیبہ رح نے "مصنف" میں ہناد بن السری رح نے "الزہد" میں، ابن ابی الدنیا نے "کتاب ذم الدنیا" میں، دارمی رح[۸] و ابن عدی و دیلمی رح وغیرہ نے مرفوعاً و مرسلاً ہر دو طرح روایت کیا ہے۔ نیز علامہ منذری نے "الترغیب والترہیب[۹]" میں، قضاعی رح نے "مسند الشہاب[۱۰]" میں، علامہ عبدالرؤف المناوی رح نے "فیض القدیر[۱۱]" میں علامہ خزرجی رح نے "خلاصہ تذہیب الکمال فی اسماء الرجال[۱۲]" میں، نورالدین سمہودی رح (م ۹۱۱ھ) نے "الغماز علی اللماز فی الموضوعات المشہورات[۱۳]" میں، حافظ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رح نے "احادیث القصاص[۱۴]" میں، علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی رح (م ۷۹۴ھ) نے "اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشہورہ[۱۵]" میں عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن عمر الشیبانی الشافعی الاثری رح (م ۹۴۴ھ) نے "تمیز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث[۱۶]" میں، نورالدین علی بن محمد بن سلطان المشہور بالملا علی القاری رح (م ۱۰۱۴ھ) نے "الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ المعروف بالموضوعات الکبریٰ[۱۷]" میں، ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رح (م ۷۴۸ھ) نے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال[۱۸]" میں، محمد درویش حوت البیروتی رح نے "اسنی المطالب فی الاحادیث مختلفہ المراتب[۱۹]" میں، محمد بن علی الشوکانی رح (م ۱۲۵۰ھ) نے "الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ[۲۰]" میں، اسماعیل محمد العجلونی الجراحی رح (م ۱۱۶۲ھ) نے "کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس[۲۱]" میں، شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رح (م ۹۰۲ھ) نے "المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرہ علی الالسنہ[۲۲]" میں، ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی رح (م ۹۶۳ھ)

---

۴ الدرر المنتثرہ للسیوطی ص ۲، ۳ طبع جامعۃ الریاض ۱۹۸۳ء۔ ۵ اللآلی المصنوعہ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷، ۳۲۹ طبع دارالمعرفہ بیروت ۱۹۷۵ء ۶ الجامع الصغیر للسیوطی ۱۶۸۳۱ ۷ زوائد الزہد للمروزی ج ۱ ص ۲۰۴ ۸ دارمی ج ۲ ص ۳۵۹ ۹ الترغیب و الترہیب للمنذری ج ۱ ص ۵۶ ۱۰ مسند الشہاب للقضاعی ج ۱ ص ۳۰ ۱۱ فیض القدیر للمناوی ج ۶ ص ۳۴۳ طبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۸ء ۱۲ خلاصۃ تذہیب الکمال للخزرجی ص ۸۲ ۱۳ الغماز علی اللماز للسمہودی ص ۲۰۷ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۶ء ۱۴ احادیث القصاص لابن تیمیہ ص ۷۲، ۷۳ طبع المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۵ء۔ ۱۵ اللآلی المنثورہ للزرکشی طبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۶ء ۱۶ تمیز الطیب للشیبانی ص ۱۷۶ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۱ء ۱۷ الاسرار المرفوعہ للقاری ص ۲۱۷، ۲۱۸ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۵ء۔ ۱۸ میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ص ۶۶۵ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت ←

AsliAhleSunnet.com

نے "تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ"[۲۳] میں، عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی الیتمی القرشی (م ۵۹۷ھ) نے الموضوعات[۲۴] میں، صنعانی نے "الاحادیث الموضوعہ"[۲۵] میں، حافظ عراقی نے "تخریج الاحیاء" میں اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ"[۲۶] میں اس کو وارد کیا ہے۔

ذیل میں اس روایت کے جملہ طرق اور ان کا علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

(الف) قال ابونعیم: حدثنا حبیب بن الحسن حدثنا عباس بن یوسف الشکلی حدثنا محمد بن سنان حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا یزید الواسطی انبانا حجاج عن مکحول عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من اخلص للہ اربعین یوما ظہرت ینابیع الحکمۃ علی لسانہ"

اس حدیث کو حافظ ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء"[۲۷] میں روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند میں کئی رواۃ مجروح ہیں۔

(۱) یزید الواسطی جو یزید بن عبدالرحمٰن الدالانی الواسطی ہے کے متعلق حافظ محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم التیمی البستی (م ۳۵۴ھ) اور ان کے حوالہ سے امام ابن الجوزی، امام سیوطی، علامہ ابن عراق الکنانی اور شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ کثیر الخطاء، فاحش الوہم اور روایات میں ثقات کی مخالفت کرنے والا تھا، پس اس سے احتجاج درست نہیں ہے"۔ علامہ ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی (م ۲۶۱ھ) نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ علامہ احمد بن علی حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "صدوق ہے، کثرت کے ساتھ خطاء اور تدلیس کرتا ہے"۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: "ابوحاتم نے اسے صدوق کہا ہے۔ امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (م ۲۴۱ھ) کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث میں لچک ہوتی ہے، مگر وہ اس کی حدیث لکھا کرتے تھے، صحاح ستہ میں یزید الواسطی سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ اس کے تفصیلی ترجمہ کے لیے

---

۱۹ اسنی المطالب للحوت البیروتی ص ۲۸۰ طبع دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۳ء۔ ۲۰ الفوائد المجموعہ للشوکانی طبع مطبعۃ السنۃ المحمدیہ بمصر ۱۹۷۸ء ۲۱ کشف الخفاء للعجلونی ج ۲ ص ۲۹۲، ۲۹۳، طبع موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹۸۵ء ۲۲ المقاصد الحسنہ للسخاوی ص ۳۹۵ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۱ء ۲۳ تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراق الکنانی ج ۲ ص ۳۰۵ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۱ء ۲۴ الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴-۱۴۵ طبع المکتبۃ السلفیہ بالمدینۃ المنورہ ۱۹۶۶ء ۲۵ الاحادیث الموضوعہ للصنعانی ص ۷، ۲۶ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۵۵، ۵۶ ۲۷ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۵ ص ۱۸۹

AsliAhleSunnet.com

کتاب "المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین" لابن حبان رح، "التاریخ الکبیر" للبخاری رح، "معرفۃ الثقات" للعجلی رح، "تقریب التہذیب" لابن حجر رح، "تہذیب التہذیب" لابن حجر رح، "تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس" لابن حجر رح، "الجرح والتعدیل" لابن ابی حاتم رح، "تاریخ واسط"، "کتاب الاسامی والکنی" لاحمد بن حنبل رح، "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" للذہبی رح، "المغنی فی الضعفاء" للذہبی رح، "کتاب الموضوعات" لابن الجوزی رح، "اللآلی المصنوعۃ" للسیوطی رح، "تحفۃ الاحوذی" للشیخ عبدالرحمٰن المبارکفوری رح، "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ" للالبانی اور "سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" للالبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں ؁۲

(۲) اس سند میں دوسرا مجروح راوی حجاج یعنی حجاج بن ارطاۃ النخعی الکوفی ہے، جس کے متعلق امام بخاری رح اور علامہ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی رح (م ۸۰۷ھ) وغیرہ فرماتے ہیں کہ "مدلس" ہے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "صدوق مگر کثیر الخطاء اور مدلس ہے۔" ابن حبان فرماتے ہیں: "ابن مبارک رح، یحیٰی القطان رح، ابن مہدی رح، یحیٰی بن معین اور احمد بن حنبل رح نے اسے ترک کیا ہے۔" ابو حاتم رح کا بیان ہے۔ "حجاج نے جن کو دیکھا ہے اور جن کو نہیں دیکھا ان دونوں کے ساتھ تدلیس کرتا ہے۔" عقیلی فرماتے ہیں: "یحیٰی بن الحارث المحاربی رح نے بیان کیا کہ ہمیں زائدہ نے حجاج بن ارطاۃ کی حدیث ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک رح کا قول ہے کہ: حجاج بن ارطاۃ تدلیس کرتا ہے۔ علی بن مدینی رح فرماتے ہیں: میں نے حجاج کو عمداً ترک کیا ہے، میں اس سے کوئی حدیث نہیں لکھتا۔ بخاری رح نے بھی اس کو ساقط کیا ہے۔ چنانچہ اپنی صحیح میں اس سے کوئی روایت نہیں لی ہے بلکہ اس کا تذکرہ کتاب الضعفاء میں

؁۲ المجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۱۰۵، ۱۰۶ طبع دار الباز مکۃ المکرمۃ، التاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۶۴۳، معرفۃ الثقات للعجلی رح ج ۲ ص ۳۹۹ طبع مکتبۃ الدار المدینۃ المنورہ ۱۹۸۵ء، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۱۶۴ طبع دار المعرفۃ بیروت ۱۹۷۵ء، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱۲ ص ۸۲، تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۱۱۸ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۴ء، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۴ ص ۳۰۰ طبع حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ، تاریخ واسط ۱۱۹، ۱۲۰، الاسامی والکنی لاحمد بن حنبل ص ۶۳، ۶۴، طبع مکتبۃ دار الاقصیٰ کویت ۱۹۸۵ء، میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۳۳۴ طبع دار المعرفۃ بیروت، المغنی فی الضعفاء للذہبی ترجمہ ۲۲۱۷، کتاب الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴، ۱۴۵، اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۴ ص ۲۹۳ طبع دہلی ۱۳۴۳ھ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۵۶ ج ۲ ص ۲۸۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۲ ص ۳۲ ج ۴ ص ۲۰۲۔

AsliAhleSunnet.com

کیا ہے۔" علامہ عجلیؒ فرماتے ہیں کہ "جائز الحدیث مگر صاحب ارسال ہے اور یحییٰ بن کثیرؒ، مجاہد اور مکحول سے مرسلاً روایت کرتا ہے، حالانکہ ان میں سے کسی سے اس کا قطعاً سماع نہیں ہے۔" ابن عدی فرماتے ہیں: "حجاج وہ راوی ہے جس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔" ابن خزیمہؒ کا قول ہے کہ وہ حجت نہیں، مگر جب وہ انا" اور "سمعت" کے ساتھ کوئی روایت بیان کرے" بزارؒ فرماتے ہیں: "حافظ لیکن مدلس تھا اور اپنے آپ پر اتراتا بھی تھا۔" شعبہ اس کی ثنا بیان کرتے ہیں، لیکن توری نے بس میں لچک بتائی ہے۔ امام ذہبیؒ نے اس کا تذکرہ "معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم بما لا یوجب الرد" میں کیا ہے آں رحمہ اللہ میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں: "احد الاعلام ہے لیکن اس کے ساتھ لین الحدیث بھی ہے۔ امام احمدؒ اسے حفاظ میں سے بتاتے ہیں۔ ابن معینؒ کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔ صدوق ہے اور تدلیس کرتا ہے۔ قطانؒ کا قول ہے کہ وہ اور ابن اسحاق میرے نزدیک ہم پلہ ہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ اگر حدثنا کہے تو وہ صالح ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ قوی نہیں ہے۔ دار قطنیؒ وغیرہ کا قول ہے کہ وہ حجت نہیں ہے۔ حجاج کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الضعفاء الصغیر للبخاریؒ، التاریخ الکبیر للبخاریؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، تعریف اہل التقدیس لابن حجرؒ، تاریخ بغداد للخطیبؒ، طبقات الحفاظ للسیوطی، سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ، مجموع الضعفاء و المتروکین للسیروان، معرفۃ الثقات للعجلیؒ، مجمع الزوائد للہیثمی۔ الکاشف للذہبیؒ الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ فہارس مجمع الزوائد، للزغلول، معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ۔ المجروحین لابن حبانؒ، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ، الموضوعات لابن الجوزیؒ، اللآلی المصنوعۃ للسیوطی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی وغیرہ۔ ۲۹

---

۲۹ الضعفاء الصغیر للبخاری ترجمہ ۷۵، التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۳۷۸، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۵۲ تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۱۹۶، تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۱۲۵، تاریخ بغداد للخطیب ج ۵ ص ۲۲۴ طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۸۱، سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۷ ص ۶۹، الکاشف للذہبی ج ۱ ص ۲۰۵، معرفۃ الرواۃ للذہبی ص ۸۵ طبع دار المعرفہ بیروت سنہ ۱۹۸۶ء، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۴۵۸ - ۴۶۰، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۲۴۳ طبع دار القلم بیروت سنہ ۱۹۸۵ء، معرفۃ الثقات للعجلی ج ۱ ص ۲۸۴، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۴ ص ۲۲۸ طبع دار الکتاب العربی بیروت سنہ ۱۹۸۲ء، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۲ ص ۶۴۱، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۲۶۷ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۸۶ء، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ ص ۲۷۷، ۲۸۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت سنہ ۱۹۸۴ء

AsliAhleSunnet.com

(٣) اس روایت کا تیسرا ہدف تنقید راوی محمد بن اسماعیل عند المحدثین "مجہول" ہے۔ ابن اسماعیل کے "مجہول" ہونے کی شہادت علامہ ابن الجوزیؒ، علامہ ابن سیوطیؒ، علامہ ابن عراق الکنانیؒ اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ وغیرہ نے دی ہے۔[٢٩]

اس روایت کے ناقابل اعتماد ہونے کی ایک چوتھی علت یہ بھی ہے کہ حجاج بن ارطاۃ کا تابعی مکحول الدمشقی سے سماع نہیں ہے، جیسا کہ علامہ عجلیؒ نے بصراحت ذکر کیا ہے۔[٣٠] اسی طرح مکحول الدمشقی کی حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملاقات ہونا بھی غیر درست ہے جیسا کہ علامہ ابن الجوزیؒ، علامہ سیوطیؒ اور علامہ ناصر الدین الالبانی وغیرہ نے لکھا ہے۔ علامہ ابن الجوزی، علامہ سیوطی کہ "محمد بن سعدؒ نے ذکر کیا ہے کہ علماء نے مکحول کی روایت کی قدح کی ہے، ان میں سے بعض کا قول ہے کہ وہ ضعیف الحدیث بھی تھے"، عجلیؒ مکحول کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانیؒ "ثقہ مگر کثیر الارسال" بتاتے ہیں۔ ابن خراشؒ نے مکحول کو "صدوق" بتایا ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "ایک سے زیادہ علماء نے ان کو ثقہ بتایا ہے، لیکن ابن سعدؒ کا قول ہے کہ ایک جماعت نے ان کی تضعیف بھی کی ہے۔ میں (یعنی ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ وہ صاحب تدلیس ہیں اور کثرت کے ساتھ بار بار روایت کرتے ہیں۔" مکحول الدمشقی کے تفصیلی ترجمہ کے لیے معرفۃ الثقات للعجلیؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، تعریف اہل التقدیس لابن حجرؒ، طبقات الحفاظ للسیوطی، سیر اعلام النبلاء للذہبی، میزان الاعتدال للذہبیؒ معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ، کتاب الاسامی والکنی لاحمد بن حنبلؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ، الموضوعات لابن الجوزی، اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی وغیرہ کی طرف مراجعت فرمائیں۔[٣٢]

← المجروحین لابن حبان ج ١ ص ٢٢٥ - ٢٢٨، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ١ ص ٢٣١، ٣٧٢، ج ٢ ص ١١٣، الموضوعات لابن الجوزی ج ٣ ص ١٤٤ - ١٤٥، اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج ٢ ص ٣٢٧، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ١ ص ٥٢، ج ٢ ص ٢٢، ج ٣ ص ٤٥، ٤٦، ص ٥٨، ٧٣، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ١ ص ١٥٣ - ٢٤٣، ج ٢ ص ١١٠، ٦٠٦، ج ١٢ حذ ١٧، ٢٨٤

[٢٩] الموضوعات لابن الجوزی ج ٣ ص ١٤٤ - ١٤٥، اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج ٢ ص ٣٢٧ - ٣٢٩، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ١ ص ٥٦۔

[٣٠] معرفۃ الثقات للعجلی ج ١ ص ٢٨٤

[٣١] تقریب التہذیب لابن حجر ج ٢ ص ٢٧٣، معرفۃ الثقات للعجلی ج ٢ ص ٢٩٦، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ١٠ ص ٢٨٩ ←

AsliAhleSunnet.com

ابونعیمؒ کے اس طریق کو امام ابن الجوزیؒ نے "موضوعات" میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ "اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔"[۳۳] اسی طرح علامہ شیبانیؒ، ملا علی القاریؒ، حوت البیروتیؒ، علامہ عجلونیؒ، ابن عراق الکنانیؒ اور علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ "ضعیف الاسناد ہے"[۳۴]۔ لیکن علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی مذکورہ بالا مرفوع روایت کے غیر درست ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود علامہ ابن الجوزیؒ پر تعقب کرتے ہوئے لکھا ہے: "تخریج الاحیاء میں حافظ عراقیؒ سے اس حدیث کی تضعیف میں خطا ہوئی ہے۔ اس کا ایک مرسل طریق عن مکحول بھی ہے، جس میں نہ محمد بن اسماعیل ہے اور نہ یزید"[۳۵]۔ (پھر آں رحمہ اللہ اس مرسل طریق کو بیان کرتے ہیں جس کا ذکر آگے ان شاء اللہ طریق "د" کے تحت آئے گا۔)

(ب) اس روایت کا دوسرا طریق ابن عدیؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

"حدثنا عبد اللہ بن محمد بن سلم حدثنا حمید بن زنجویۃ حدثنا ایوب الدمشقی حدثنا عبد الملک بن مهران الرفاعی حدثنا معن بن عبد الرحمٰن عن الحسن عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من زهد فی الدنیا اربعین یوماً واخلص فیها للہ اخرج اللہ علی لسانہ ینابیع الحکمۃ من قلبہ"

ابوموسیٰ اشعریؓ کی ابن عدیؒ کے طریق سے وارد ہونے والی اس روایت کو علامہ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال"

← تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۱۱۳، طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۴۲، سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۵ ص ۱۵۹، میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۱۷۷-۱۷۸، معرفۃ الرواۃ للذہبی ص ۱۷۹، کتاب الاسامی والکنی لاحمد بن حنبل ص ۱۱۸، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۵ ص ۶۱، ۲۴۲، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۴۰۳، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۳۵۳، الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴، ۱۴۵، اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷، ۳۲۹، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۲۷۱، ج ۳ ص ۱۴۵، ۳۹۸، ۵۵۴، ۶۴۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۲ ص ۱۹، ۶۴۴، ج ۴ ص ۱۸۵

۳۳ الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴-۱۴۵۔ ۳۴ الاسرار المرفوعۃ للقاری ص ۲۱۷-۲۱۸، اسنی المطالب للحوت بیروتی ص ۲۸۰، کشف الخفاء للعجلونی ج ۲ ص ۲۹۲-۲۹۳، المقاصد الحسنۃ للسخاوی ص ۳۹۵-۳۹۶، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق ج ۲ ص ۳۰۵، تمییز الطیب للشیبانی ص ۱۷۶

۳۵ اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷، ۳۲۹

AsliAhleSunnet.com

ہیں، علامہ شوکانی نے "الفوائد المجموعہ" میں اور علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعہ" میں امام ابن الجوزیؒ کی "الموضوعات" میں بیان کردہ روایت کے بمقابلہ معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ یوں بیان کیا ہے۔

مَنْ زھد فی الدنیا اربعین یوماً واخلص فیھا العبادۃ اجری اللہ علی لسانہ ینابیع الحکمۃ من قلبہ

ابن عدیؒ کی اسی روایت کو علامہ ابن الجوزیؒ کے حوالہ سے علامہ سخاوی اور علامہ عجلونی نے اس طرح بیان کیا ہے۔ "ما من عبد یخلص للہ اربعین یوماً الخ"[۳۶]، حالانکہ "الموضوعات" لابن الجوزیؒ میں ابن عدی کی روایت مذکورہ الفاظ کے ساتھ موجود ہی نہیں ہے۔

اس روایت کے مجروح راوی عبدالملک بن مھران الرفاعی کے متعلق علامہ ابن الجوزی، علامہ سیوطی، علامہ ابن عراق الکنانی اور علامہ شوکانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: "ابن عدیؒ کا قول ہے کہ یہ حدیث "منکر" ہے اور عبدالملک مجہول ہے"، علامہ ذہبیؒ نے عبدالملک بن مھران کے ترجمہ میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس پر "باطل" ہونے کا حکم لگایا ہے۔[۳۷]

اس روایت کے مجروح راوی عبدالملک بن مھران الرفاعی کے متعلق علامہ ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں کہ "احادیث باطلہ روایت کرتا ہے"۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: "عقیلیؒ نے اسے صاحب مناکیر بتایا ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے مجہول بتایا اور اس کی ایک حدیث نقل کر کے اسے باطل قرار دیا ہے۔" خطیب نے بھی کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن حبانؒ اس کی توثیق کی ہے۔ عقیلیؒ فرماتے ہیں: "صاحب مناکیر ہے، اس کی حدیث پر وہم کا غلبہ ہوتا ہے"۔ عقیلی نے اس سے مروی تین احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "ان سب کی کوئی اصل نہیں ہے"۔ عبدالملک بن مھران کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق الکنانیؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلی، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ

---

[۳۶] المقاصد الحسنہ للسخاوی ص ۳۹۵، ۳۹۶ و کشف الخفاء للعجلونی ج۲ ص ۲۹۲، ۲۹۳۔ [۳۷] الموضوعات، لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴-۱۴۵، الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۲۴۳، اللآلی المصنوعہ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷-۳۲۹، تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق ج ۲ ص ۳۰۵، میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ص ۶۶۵۔

AsliAhleSunnet.com

لسان المیزان لابن حجرؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، میزان الاعتدال للذہبی اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ للالبانی وغیرہ کی طرح رجوع فرمائیں۔ [۳۸]

(ج) اس روایت کے تیسرے طریق کی تخریج ابو عبداللہ محمد بن سلامۃ القضاعیؒ نے اپنی "مسند الشہاب" میں اس طرح فرمائی ہے:۔

اخبرنا ابو القاسم یحییٰ بن علی الازدی حدثنا ابو طاہر الحسن بن احمد بن ابراہیم بن نیل حدثنا عامر بن سیار حدثنا سوار بن مصعب عن ثابت البنانی عن مقسم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اخلص للہ تعالیٰ اربعین صباحاً ظہرت ینابیع الحکمۃ من قبلہ"۔ [۳۹]

لیکن قضاعیؒ کے اس طریق میں ایک راوی سوار بن مصعب الہمدانی الکوفی ہے جسے امام نسائیؒ نے "متروک الحدیث"، اور امام بخاریؒ نے "منکر الحدیث" قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عراق الکنانیؒ بیان کرتے ہیں کہ "اس کے متروک ہونے پر اتفاق ہے"، امام حاکم فرماتے ہیں کہ عطیۃ العوفی سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ علامہ ہیثمی نے ایک مقام پر اسے "بہت زیادہ ضعیف" اور دوسرے مقام پر "متروک" لکھا ہے، عقیلی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین کا ایک قول ہے کہ "ضعیف ہے" انتہی کا ایک دوسرا قول ہے کہ "کچھ بھی نہیں ہے"، ابن حبان نے بھی یحییٰ بن معینؒ کا قول نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو مشاہیر کی طرف منسوب کرکے مناکیر لاتا ہے، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابو داؤدؒ نے بھی اس کے غیر ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے ابن مصعب کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الضعفاء الصغیر للبخاریؒ، التاریخ الکبیر للبخاریؒ، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروانؒ، الضعفاء المتروکون للنسائیؒ، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، الضعفاء الکبیر

---

[۳۸] مجمع الزوائد للہیثمی ج ۱ ص ۲۴۴، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق ج ۱ ص ۸۱، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۴۳، ۳۵، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۲ ص ۳۷۰، لسان المیزان لابن حجر ج ۴ ص ۶۹، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۳۳۹، میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ص ۶۶۵، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۲ ص ۱۶۶،

[۳۹] مسند الشہاب للقضاعی ج ۱ ص ۲۸۵ وکذا فی المقاصد الحسنۃ للسخاوی ص ۳۹۵، ۳۹۶ وکشف الخفاء للعجلونی ج ۲ ص ۲۹۲، ۲۹۳۔ والموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴، ۱۴۵ واللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷، ۳۲۹ وتنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق ج ۲ ص ۳۰۵

AsliAhleSunnet.com

للعقیلی، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، المجروحین لابن حبان، مجمع الزوائد للهیثمی، تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق الکنانی، میزان الاعتدال للذہبی، الموضوعات لابن الجوزی، اللآلی المصنوعہ للسیوطی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ کی طرف رجوع[۶۰] فرمائیں۔

مندرجہ بالا طریق میں سوار بن مصعب جس راوی سے روایت کرتا ہے وہ ثابت بن اسلم البنانی ابو محمد تابعی البصری ہیں، جن کی ثقاہت عند المحدثین مشہور ہے، ان کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے ابن عدی کا ایک بہت اہم قول نقل فرمایا ہے:

"ان کی حدیث میں جو نکارت واقع ہوتی ہے وہ (ثابت البنانی" کی طرف سے نہیں بلکہ) اس راوی کی طرف سے ہوتی ہے جو ان کے بعد اُن سے روایت کرتا ہے، کیونکہ اُن سے بہت سے ضعفاء نے روایت کی ہیں۔" پس معلوم ہوا کہ اس روایت میں اصل خرابی کی جڑ سوار بن مصعب ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ ثابت البنانی کے تفصیلی ترجمہ کے لیے معرفۃ الثقات للعجلی، تہذیب التہذیب لابن حجر، تقریب التہذیب لابن حجر، مجمع الزوائد للهیثمی، میزان الاعتدال للذہبی، فہارس مجمع الزوائد للزغلول اور تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری وغیرہ کی طرف[۶۱] رجوع فرمائیں۔

(د) اس روایت کا ایک چوتھا اور مرسل طریق بھی ہے جس کی تخریج ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں اس طرح کی ہے:

حدثنا ابوالحسن محمد بن محمد الجرجانی حدثنا الحسن بن علویۃ حدثنا یحیی بن معاذ حدثنا علی بن محمد الطنافسی عن ابی معاویۃ عن حجاج عن مکحول قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من یخلص العبادۃ للہ اربعین یوماً الا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔"

---

۶۰ الضعفاء الصغیر للبخاری ترجمہ نمبر ۱۵۵۔ التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۱۶۹۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ترجمہ نمبر ۲۵۸ تاریخ یحیی بن معین ج ۲ ص ۲۴۳، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۱۱۸، ۴۴۴، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۴، ص ۲۷۱، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۹۳، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۲ ص ۱۶۸، المجروحین لابن حبان ج ۱ ص ۳۵۶، میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ص ۲۴۶، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۳۰۵، مجمع الزوائد للهیثمی ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۶۳، ج ۳ ص ۱۱۱، الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴۔۱۴۵، اللآلی المصنوعہ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷۔۳۲۹ تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق ج ۱ ص ۶۶، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ج ۱ ص ۵۶، ۲۷۹، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۲ ص ۵۶۵۔ ۶۱ معرفۃ الثقات للعجلی ج ۱ ص ۲۵۹، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۳، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۱۵

AsliAhleSunnet.com

ابونعیمؒ کے علاوہ اس مرسل طریق کی تخریج ہناد بن السریؒ نے "الزہد" میں: "حدثنا ابومعاویۃ عن حجاج عن مکحول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" حسین بن الحسن المروزیؒ نے "زوائد الزہد" میں: "ثنا ابومعاویۃ انبأنا حجاج عن مکحول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" امام احمد بن حنبلؒ نے "الزہد" میں: عن مکحول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور ابن ابی شیبہؒ نے اپنی "مصنف" میں: "حدثنا ابوخالد الاحمر عن حجاج عن مکحول قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال" کے ساتھ کی ہے۔

ہنادؒ کی مرسل روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "من اخلص للہ العبادۃ اربعین یوماً ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ" امام احمد بن حنبلؒ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "من اخلص للہ اربعین یوماً تفجرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ" اور ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں یہ الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں: "ما اخلص عبد اربعین صباحاً الا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔"

ابونعیمؒ کی مرسل روایت کو علامہ سیوطی نے "اللآلی المصنوعۃ"[۱] میں نقل کیا ہے۔ امام احمدؒ کی مرسل روایت کو امام ابن تیمیہ نے "احادیث القصاص" میں علامہ زرکشیؒ نے "اللآلی المنثورہ" میں، علامہ شیبانیؒ نے "تمییز الطیب" میں، ملا علی القاری نے "الاسرار المرفوعۃ" میں علامہ عجلونیؒ نے "کشف الخفاء" میں اور علامہ سخاوی نے "المقاصد الحسنۃ" میں[۲] وارد کیا ہے۔ (علامہ عجلونی فرماتے ہیں: "اللآلی میں کہا گیا ہے کہ اسے احمد وغیرہ نے مکحول سے مرسلاً روایت کیا ہے۔" اگر "اللآلی" سے علامہ عجلونیؒ کی مراد امام سیوطیؒ کی "اللآلی المصنوعۃ" ہے تو یہ دعویٰ غلط ہے، البتہ امام زرکشی نے "اللآلی المنثورہ" میں ایسا ذکر کیا ہے مگر امام زرکشیؒ کی اللآلی عموماً التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ" کے نام سے معروف ہے) ابن ابی شیبہؒ کی مرسل روایت کو علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعۃ" میں، ابن عراق الکنانی نے "تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ" میں اور علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعۃ میں نقل کیا ہے[۴]، مگر اس کی صحت پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔

میزان الاعتدال للذہبی ج۱ ص ۳۶۲، مجمع الزوائد للہیثمی ج۴ ص ۲۷۵، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج۳ ص ۲۶۱، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج۱ ص ۷۷، ۱۵۷، ۲۸۹۔ [۱] اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج۲ ص ۳۲۸، تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق ج۲ ص ۳۰۵۔ [۲] احادیث القصاص لابن تیمیہ ص ۲۷، ۳۷، اللآلی المنثورہ للزرکشی ص ۱۳۷، تمییز الطیب الشیبانی ص ۱۷۶، الاسرار المرفوعۃ للقاری ص ۲۱۷، ۲۱۸، کشف الخفاء للعجلونی ج۲ ص ۲۹۲-۲۹۳، المقاصد الحسنۃ للسخاوی ص ۳۹۵، ۳۹۶، [۴] اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج۲ ص ۳۲۸، تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق ج۲ ص ۳۰۵، الفوائد المجموعۃ للشوکانی ص ۲۴۳۔

AsliAhleSunnet.com

علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی عادت کے مطابق علامہ حافظ ابن الجوزیؒ کی حضرت ابوایوب انصاریؓ والی مرفوع روایت کا (جس کا ذکر اوپر طریق (الف) میں ہو چکا ہے) پر تعقب کرتے ہوئے لکھا ہے: تخریج الاحیاء میں حافظ عراقیؒ سے اس حدیث کی تضعیف میں خطا ہوئی ہے کیوں کہ اس کا ایک مرسل طریق عن مکحول بھی ہے جس میں نہ محمد بن اسماعیل ہے اور نہ یزید۔" پھر علامہ سیوطیؒ اس چوتھے طریق "د" کے تحت ذکر کی گئی روایات میں سے ابونعیم، ہناد و ابن ابی شیبہ کی مرسل روایات کا ذکر کرتے ہیں اور اس طریق پر کوئی کلام نہ کرتے ہوئے سکوت اختیار فرماتے ہیں، حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس مرسل طریق میں بھی حجاج بن ارطاۃ النخعی الکوفی موجود ہے جو کثیر الخطاء اور مدلس ہے۔ بلکہ بقول ابن حبان: ابن مبارک، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ، یحیی بن معینؒ، احمد بن حنبلؒ، زائدہؒ، علی بن مدینیؒ وغیرہ نے اسے ترک کیا اور امام بخاریؒ نے ساقط کرتے ہوئے اس کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے، حجاج بن ارطاۃ پر تفصیلی جرح طریق "الف" کے تحت گزر چکی ہے۔

علامہ سیوطی کے بیان کردہ اس مرسل طریق میں ایک دوسری اہم خرابی یہ بھی ہے کہ حجاج بن ارطاۃ النخعی، تابعی مکحول الدمشقی سے روایت کرتا ہے، حالانکہ حجاج کا مکحول سے قطعاً سماع نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ عجلیؒ اور شیخ عبد الرحمن بن یحیی المعلمی الیمانیؒ وغیرہ نے صراحت[۴۵] فرمائی ہے۔

(ھ) اس روایت کی تائید میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ اور علامہ شوکانیؒ نے دیلمیؒ کی ایک اور مرفوع روایت پیش کی ہے جو اس طرح ہے:۔

انبأنا احمد بن نصر انبانا طاهر بن ماهلة انبأنا صالح بن احمد اجازة ذكر عبد الرحمن بن الحسن وجدت فى كتاب جدى احمد بن محمد بن عبيد حدثنا ابى حدثنا بشير بن زاذان حدثنا عمر بن صبح عن سعيد بن المسيب عن ابى ذرؓ مرفوعاً:
"مازهد عبد فى الدنيا الا انبت الله الحكمة فى قلبه و انطق بها لسانه و بصره عيب الدنيا داءها ودواءها واخرجه منها سالماً الى دار السلام[۴۶]۔"

لیکن اس طریق میں بھی دو راوی انتہائی مجروح ہیں: (۱) بشیر بن زاذان اور (۲) عمر بن صبح ابونعیم البلخی الخراسانی۔ بشیر بن زاذان کے متعلق امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: "یحیی کا قول ہے کہ کچھ بھی نہیں ہے"، فرماتے ہیں کہ

---

[۴۵] معرفۃ الثقات للعجلی ج ۱ ص ۲۸۴ و حاشیہ بر الفوائد المجموعہ للشیخ الیمانی ص ۲۴۳ [۴۶] اللآلی المصنوعہ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۹، الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۲۴۳

AsliAhleSunnet.com

"اس کی حدیث پر وہم کا غلبہ رہتا ہے یہاں تک کہ وہ انھیں باطل بنا دیتا ہے۔" علامہ برہان الدین حلبیؒ، علامہ ابن عراق الکنانیؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ "دار قطنیؒ وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے اور ابن الجوزیؒ نے اس کو حدیث وضع کرنے کے لیے متہم ٹھیرایا ہے۔" بشیر بن زاذان کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث للشیخ برہان الدین حلبیؒ، تعریف اہل التقدیس لابن حجرؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، الموضوعات لابن الجوزیؒ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراقؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، المجروحین لابن حبانؒ، میزان الاعتدال للذہبی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔[۲]

اس طریق کا دوسرا مجروح راوی عمر بن صبح ہے جس کے متعلق ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "یہ وہ شخص ہے جو ثقات پر احادیث وضع کرتا ہے، اس کی حدیث کا لکھنا جائز نہیں ہے۔" ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں: "کذب اور وضع احادیث کا معترف ہے"۔ برہان الدین حلبیؒ کا قول ہے کہ "مجاہیل میں سے ہے، نہ ثقہ ہے نہ مامون"۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ "متروک ہے، ابن راہویہؒ نے اس کی تکذیب کی ہے۔" علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "دار قطنیؒ وغیرہ نے اسے متروک بتایا ہے اور ازدی کا قول ہے کہ کذاب ہے۔" عمر بن صبح کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الکشف الحثیث للحلبیؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، المجروحین لابن حبانؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراقؒ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ للالبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ[۳] ملاحظہ فرمائیں۔

(۹) یہ حدیث "عن یوسف بن عطیہ الصفار عن ثابت عن انس" کے طریق سے مسنداً بھی مروی ہے جس کا تذکرہ علامہ

---

[۲] الکشف الحثیث للحلبی ص ۱۱۳ طبع وزارۃ الاوقاف بغداد ۱۹۸۴ء، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۱ ص ۱۶۰، تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۱۳۸، الموضوعات لابن الجوزی ج ۲ ص ۳۰، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراق ج ۱ ص ۴۲، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ ص ۱۴۴، المجروحین لابن حبان ج ۱ ص ۱۹۲، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۳۲۸، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۴ ص ۱۵۔

[۳] الکشف الحثیث للحلبی ص ۳۱۷، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۲ ص ۲۰۳، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۵۹، المجروحین لابن حبان ج ۲ ص ۸۸، میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۲۰۶-۲۰۷، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ لابن عراق ج ۱ ص ۹۲، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ للالبانی ج ۳ ص ۲۶۹، ۲۷۷، وسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۲ ص

AsliAhleSunnet.com

حافظ ابن تیمیہ نے احادیث القصاص میں علامہ زرکشیؒ نے اللآلی المنثورہ میں ملا علی القاریؒ نے علامہ زرکشیؒ کے حوالہ سے الاسرار المرفوعہ میں اور علامہ اسماعیل عجلونیؒ نے کشف الخفاء میں کیا ہے۔

اس چھٹے طریق میں ایک راوی یوسف بن عطیہ الصفار ابوسہل البصری ہے جو انتہائی ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے، امام نسائی فرماتے ہیں کہ "متروک الحدیث ہے"۔ علامہ ہیثمیؒ نے ایک مقام پر اسے "متروک" دوسرے مقام پر "ضعیف" اور ایک اور جگہ "ضعیف جدا" بتایا ہے۔ علامہ برہان الدین حلبی کہتے ہیں کہ "اس کے ضعف پر اجماع ہے"۔ فلاس کا قول ہے کہ "میرے علم میں نہیں ہے کہ وہ کذب بیانی کرتا ہو لیکن اس میں وہم پایا جاتا ہے"۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں: "یحییٰ کا قول ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے" ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عموماً غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ امام ذہبی نے اس کی مناکیر میں سے تین احادیث کا ذکر کیا ہے، عقیلی فرماتے ہیں کہ: "امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث بتایا ہے، یحییٰؒ نے اس کی ایک حدیث کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ثابت نہیں ہے۔" امام ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اسے "متروک" قرار دیا ہے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "یہ وہ شخص ہے جو اسانید از خود بنالیتا ہے اور متون موضوعہ کو اسانید صحیح کے ساتھ گھڑ کر بیان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ کسی طور پر بھی احتجاج جائز نہیں ہے۔" علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ زرکشیؒ اور علامہ اسماعیل عجلونیؒ وغیرہ نے بھی ابن عطیہ کی تضعیف کی ہے۔ ابن عطیہ کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الضعفاء والمتروکون للنسائیؒ، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، سوالات محمد بن عثمانؒ، التاریخ الکبیر للبخاری، التاریخ الصغیر للبخاری، المعرفۃ والتاریخ للبسویؒ، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، الضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراقؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، الکشف الحثیث للحلبیؒ، تاریخ روایۃ الدوریؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، المجروحین لابن حبانؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، احادیث القصاص لابن تیمیہؒ، اللآلی المنثورہ للزرکشیؒ، کشف الخفاء للعجلونیؒ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانیؒ اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ الالبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔[۲۹]

---

[۲۹] الضعفاء والمتروکون للنسائی ترجمہ ۶۱۷، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۴ ص ۸۷، ۲۰۹، سوالات محمد بن عثمان ترجمہ ۳۴، التاریخ الکبیر للبخاری ج ۸ ص ۳۸۷، التاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۲۲۳، المعرفۃ والتاریخ للبسوی ج ۳ ص ۶۰، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۴ ص ۲۲۶، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۷ ص ۲۶۱۰، الضعفاء والمتروکون للدارقطنی ترجمہ ۶۰۱، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱۱ ص ۴۱۹، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۳۸۱، مجموع الضعفاء والمتروکین ←

AsliAhleSunnet.com

اب زیر مطالعہ حدیث کے ان جملہ طرق پر بحث کرنے کے بعد چند مشہور ائمہ حدیث کے فیصلے بھی پیش خدمت ہیں
علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الموضوعات" کے باب "من اخلص اربعین صباحاً" میں حضرت ابوایوب
انصاری رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تینوں مرفوع روایات نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے: "یہ حدیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔" یعنی امام ابن الجوزی کے نزدیک یہ حدیث "موضوع" ہے۔ علامہ سمہودی رحمہ اللہ،
حوت بیروتی رحمہ اللہ، اور علامہ صنعانی رحمہ اللہ نے بھی امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کی رائے سے اتفاق کیا اور توثیق فرمائی ہے، لیکن علامہ صنعانی کی
بیان کردہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "من اخلص للہ اربعین صباحاً نور اللہ تعالیٰ قلبہ واجری ینابیع
الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ"۔ یہ روایت علامہ صنعانی رحمہ اللہ کے نزدیک "موضوع" ہے۔ علامہ ابن تیمیہ، علامہ زرکشی رحمہ اللہ،
ملا علی قاری رحمہ اللہ، علامہ شیبانی رحمہ اللہ، علامہ شوکانی رحمہ اللہ، علامہ عجلونی رحمہ اللہ، علامہ عراقی، علامہ ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ، علامہ سخاوی اور علامہ
محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ وغیرہ نے اس کو "موضوع" کے بجائے "ضعیف" قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی اسے
"باطل" قرار دیتے ہیں، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کے کچھ طرق کی تضعیف کی ہے اور کچھ کو اپنے موقف کی دلیل اور اثبات
کے طور پر پیش کیا ہے۔ علامہ ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ "جامع رزین العبدری" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے
متعلق حافظ منذری کا قول نقل فرماتے ہیں: "میں اس کی کسی صحیح اور حسن اسناد سے واقف نہیں ہوں، مگر اس کا
ضعفاء کی کتب مثلاً الکامل لابن عدی وغیرہ میں ملتا ہے"۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کے مرسل طریق کے متعلق فرماتے ہیں:
"حدیث مرسل بھی عند الجمہور حجت ہے"، حالانکہ آں مرحوم کا یہ دعویٰ انتہائی قابل گرفت ہے، جو لوگ "مصطلح الحدیث"
سے بخوبی واقف ہیں ان پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جمہور علمائے حدیث کے نزدیک حدیث مرسل کا شمار بھی ضعیف

← للبردان ص ۲۳۷، ۳۹۱، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۳ ص ۱۳۸، ج ۷، ص ۲۰، ج ۱۰ ص ۲۷۰، الکشف الحثیث للحلبی
ص ۴۶۸، تاریخ روایۃ الدوری ۳۲۷/۲، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۵۵۴، المجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۱۳۴،
میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۴۶۸ - ۴۷۰، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۴۳۰، تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ
لابن عراق ج ۱ ص ۱۳۰، احادیث القصاص لابن تیمیہ ص ۷۲، ۷۳، اللآلی المنثورہ للزرکشی ص ۱۳۷، کشف الخفاء
للعجلونی ج ۲ ص ۲۹۲ - ۲۹۳، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۵۵۴، ج ۲ ص ۱۴۰، ج ۳ ص ۲۱۸
سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۱ ص ۸۵ ج ۴ ص ۴۲۶۔

AsliAhleSunnet.com

حدیث کی قسم میں ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ محمد ناصر الدین الالبانی اور شیخ عز الدین بلیق وغیرہ نے اپنی تصانیف میں اس امر کی صراحت فرمائی ہے اور ظاہر ہے کہ ضعیف احادیث حجت نہیں ہوا کرتیں۔

مختصر یہ کہ مروج "چلہ کشی" کا جواز کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے نیز اس سے مزعومہ فضیلت و مقاصد کا حصول بالکل بے بنیاد اور لغویات ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صوفیاء اور زاہدین کی ایک جماعت اس حدیث پر عمل کرتی ہے حالانکہ سرے سے یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ آباد بستیوں سے کٹ کر ویران خلوت کے مسکن اور خانقاہوں میں چالیس دن تک رہتے ہیں اور روٹی کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، ان میں سے بعض صرف پھلوں پر ہی گزر بسر کرتے ہیں یا ایسی اشیاء کھاتے ہیں جو روٹی کی بہ نسبت کم طاقتور اور بدن کو ضعف پہنچانے والی ہوں، پھر چالیس دن پورے کرنے کے بعد اپنی خانقاہوں سے باہر نکل کر ہذیان کی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ تمام لغویات اصلاً حکمت کی باتیں ہیں، اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بھی اخلاص کا تعلق قصد قلب سے ہوتا نہ کہ جسمانی فعل سے [اھ]"

عصر موجودہ میں "چلہ کشی" کی یہ وباء صرف خانقاہوں اور ویران مقامات تک ہی محدود نہیں رہی ہے، بلکہ برصغیر کی ایک غیر منظم لیکن فعال بڑی دینی جماعت (تبلیغی جماعت) کے طریقۂ تبلیغ کا ایک لازمی جزو بن چکی ہے چنانچہ زیر مطالعہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس جماعت کے وابستگان دین کی تبلیغ و اشاعت کی غرض سے انتہائی خلوص اور دینی جذبہ سے سرشار ہو کر چالیس دن کے لیے اللہ کی راہ میں اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور دور دراز مقامات کی سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے کوچہ کوچہ پھر کر بندگانِ خدا کو نماز و روزہ وغیرہ کی تلقین کرتے ہیں، جو شخص جتنی بار ان چلوں میں شرکت کرتا ہے، اتنا ہی زیادہ اسے باسعادت اور خوش نصیب تصور کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ ان تبلیغی چلوں میں شرکت کو اس درجہ اہمیت دیتے ہیں کہ حقوق العباد، عائلی ذمہ داریوں، معاشی اور معاشرتی تقاضوں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے سب کچھ محض دو جملے "توکل علی اللہ" اور "فی امان اللہ" کہہ کر اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں۔ ایک بار گھر سے نکلنے کے بعد پے در پے کئی کئی چلے کرتے چلے جاتے ہیں اور دور دراز شہروں (کبھی کبھی سمندر پار کئی کئی براعظموں) کے

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

[اھ] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۱۵، منہاج الصالحین من احادیث وسنۃ خاتم الانبیاء والمرسلین للشیخ عز الدین بلیق ص۹۶۰ طبع دار الفتح بیروت سنہ ۱۹۸۲ء۔

AsliAhleSunnet.com

دعوتِ فکر و عمل

حبیب الرحمٰن اعظمی عمری، ادارہ تحقیقات اسلامی جامعہ دارالسلام
(عمرآباد)

عہدِ نو برق ہے، آتش زن ہر خرمن ہے ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کہن، ایندھن ہے ملتِ ختم رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے
آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے کی تاریخ پر ہم نظر ڈالیں تو دنیا کا جو نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ بڑا ہی بھیانک اور وحشت خیز ہے۔ انسانیت موت اور ہلاکت کے دروازے پر پہنچ چکی تھی، سسک رہی تھی بلکہ ہانپ رہی تھی بھوک اور پیاس کی شدت سے نیم جاں ہو رہی تھی، مگر اس بھوک اور پیاس کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ قلب و روح سے تھا، اس کے لیے روحانی غذا کی شدید ضرورت تھی، ذہنی و قلبی تسکین و راحت کی جستجو تھی، جرعۂ ایمان و یقین کے لیے لب ترس رہے تھے انسانیت کی کشت بے آب کسی ایسے بارانِ رحمت کی منتظر تھی جو اپنے جلو میں امن و سکون کی دولت لے کر آئے، افسردہ و ملول دلوں کے لیے پیغام نشاط و طرب لے کر آئے، جس کے دامن میں محبت و اخلاص کی خوشبو، حق و صداقت کی روشنی اور یقین و ایمان کی مشعل ہو، جس کے چھینٹوں سے آتش نفرت بجھے، عداوت کی آگ ٹھنڈی ہو اور انتقام کے شعلے سرد ہو جائیں۔

ظلم و عدوان کے سائے میں حیات انسانی کراہ رہی تھی، جور و ستم کی کڑی دھوپ میں جھلس رہی تھی، جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں مسلسل ٹھوکریں کھا رہی تھی۔ درندگی و سفاکی کے حصار میں دم توڑ رہی تھی، نفرت و عداوت اور جوشِ انتقام کی بھٹی میں تپ رہی تھی، وحشت و بربریت کے ہاتھوں تہذیب و شرافت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور خود غرضی و مفاد پرستی کے کندھوں پر عدل و انصاف کا جنازہ اٹھ چکا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

دنیا شدت سے ایک ہادی و مرشد کی منتظر تھی، ایک مصلح و مزکّی کی حاجتمند تھی اور ایک معلم و مربی کی راہ تک رہی تھی۔ ایسے میں بحرِ رحمت میں تلاطم پیدا ہوتا ہے، ابرِ رحمت گھر کر آتا ہے اور کھل کر برستا ہے، وادیِ بطحا سے اٹھنے والے یہ بادل ساری دنیا کے لیے سیرابی کا باعث بنتے ہیں، اس کے روحانی فیوض و برکات سے دنیا کا گوشہ گوشہ فیض یاب ہوتا ہے، خوش نصیب افراد نے حسبِ توفیق اس سے استفادہ کیا، دل کی مردہ کھیتیاں پھر سے لہلہانے لگیں، قلب و نظر کے ویرانے آباد ہونے لگے، گلشنِ ہستی میں روحانیت کی بہاریں رنگ و بو کے خزانے لٹانے لگیں، بھٹکی ہوئی انسانیت کو سراغِ منزل مل گیا اور دکھی انسانیت نے اپنے درد کی دوا پالی۔

بے اطمینانی کا دور، فساد درختم ہو گیا، ظلم و ستم کی شبِ دیجور کا خاتمہ ہو گیا اور طاقت کی حکمرانی کے تاریک دن گئے جا چکے۔ اب ہر طرف ایمان و یقین کی بہار آفرینیاں تھیں۔ عدل و انصاف کی کارفرمائیاں اور اخلاص و محبت کی دلنوازیاں تھیں، امن و امان کی نغمہ ریزیاں اور نشاط و طرب کی بزم آرائیاں تھیں، تہذیب و شرافت کی جلوہ سامانیاں اور روحانیت کی عنبر فشانیاں تھیں۔

اب کوئی کسی کا دشمن نہیں تھا، کوئی کسی کے خون کا پیاسا نہیں تھا، کسی کو کسی سے نفرت اور عداوت نہیں تھی، بلکہ سب آپس میں بھائی بھائی بن چکے تھے، ایک دوسرے کے دوست اور غمگسار بن چکے تھے۔ ایک فرد کی خوشی سب کی خوشی اور ایک فرد کا غم سب کا غم بن گیا تھا۔ اب سب کا خدا ایک تھا، سب کا نبی ایک تھا، سب کا دین اور سب کا ایمان ایک تھا۔ سب کا قبلہ اور سب کا قرآن ایک تھا اور سب کا مقصدِ حیات اور سب کا نفع نقصان ایک تھا۔

عقیدۂ توحید نے سب کو رشتۂ وحدت میں پرو دیا تھا۔ اسلام نے رشتۂ اخوت میں منسلک کر دیا تھا اور محبت و اتباعِ رسول ؐ کے جذبے نے اتحادِ ملی کی دولت سے مالامال کر دیا تھا۔ فیوضِ حق کے اس بارانِ رحمت سے سیرابی حاصل کرنے والے۔ موحد۔ مومن اور مسلم کے خطاب سے نوازے گئے۔ یہ امت "خیرِ امت" تھی جسے "فخرِ امم" ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔ یہ وہ بوریہ نشین تھے، جن کے آگے قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیتیں سرنگوں تھیں، تاج و تخت جن کی ٹھوکروں میں تھے، آسمان کی رفعتیں جن کی عظمت کو جھک کر سلام کر رہی تھیں، بحر و بر جن کی سطوت سے لرزاں اور دشت و جبل جن کی ہیبت سے ہراساں تھے، یہ امت عظمت و حرمتِ انسانیت کی دلیل اور کمالِ شرافت و معراجِ تہذیب کی شاندار مثال تھی۔

اس کی یہ شان و شوکت اس وقت تک بدستور رہی جب تک یہ امت ایک آقا کے در کی غلامی کو اپنے لیے باعثِ فخر

AsliAhleSunnet.com

سمجھتی رہی اور "رحمۃ للعالمین ؐ" کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنے کو وجہِ افتخار تصور کرتی رہی ۔ مگر افسوس کہ وقت جوں جوں گزرتا گیا لوگوں کے مزاجوں میں بھی تبدیلی آنے لگی، فکر و نظر، ذہن و عقیدہ، ایمان و عمل، طرزِ بود و باش، غرض ہر چیز میں فرق آنے لگا اور رفتہ رفتہ امت اپنے مرکز ہی سے دور ہوتی چلی گئی، نتیجے میں نامرادیوں اور بدبختیوں کے منحوس سایے اس "امتِ مرحومہ" کے سر پر منڈلانے لگے اور امت پھر اسی دورِ ابتلا میں لوٹ آئی، جہاں سے "رحمۃ للعالمین ؐ" نے اسے نجات دلائی تھی۔

موجودہ دور امتِ مسلمہ کے لیے انتہائی آزمائشی دور ہے، اس کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے، وہ آپس میں دست و گریباں ہے، افتراق و تخریب کا شکار ہے، مہر و محبت کی گل افشانیوں کی جگہ ہر طرف نفرت و عداوت کی تیر سامانیاں ہیں، دوستی کی شکر ریزیوں کی جگہ دشمنی کی نمک پاشیاں ہیں۔ اخوت کی بزم آفرینیوں کی جگہ کدورت کی رزم آرائیاں ہیں۔

عقیدۂ توحید میں فرق آیا تو وحدتِ ملی کا شیرازہ منتشر ہو گیا، اسلامی تعلیمات سے روگردانی کی گئی تو رشتۂ اخوت کے تار و پود بکھر گئے، دلوں میں محبت و اتباعِ رسول ؐ کا جذبہ سرد پڑ گیا تو افتراق و انتشار کی آندھیاں چلنے لگیں، نتیجے میں امت ٹولیوں اور ٹکڑیوں میں بٹ کر اپنی طاقت اور اپنا وقار کھو چکی ہے اور ہر قسم کی ذلت و رسوائی اور شکست و ریخت سے دوچار ہو رہی ہے۔

دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ امت اب خوابِ غفلت سے بیدار ہو، اپنے مرض کو جانے اور اس کے اسباب کو پہچانے اور ساتھ ہی اس کے علاج کی طرف متوجہ بھی ہو اور یہ یقینی امر ہے کہ عقیدۂ توحید کی اصلاح کیے بغیر، اسلامی تعلیمات سے کامل وابستگی پیدا کیے بغیر اور محبت و اتباعِ رسول ؐ کا جذبہ دلوں میں زندہ کیے بغیر ان پریشانیوں کا حل ناممکن ہے۔ اسلاف نے جس خمخانۂ وحدت سے جام پیا تھا، جس چشمۂ ہدایت سے سیرابی حاصل کی تھی، جس شمعِ رسالت سے روشنی پائی تھی اور جس درسگاہِ نبوت سے وہ فیضیاب ہوئے تھے، اسی کا پھر رخ کرنا ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

(النساء: ۵۹)

اے ایمان والو! اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں، پھر اگر کسی معاملے میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو تم اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

AsliAhleSunnet.com

اس سبق کو پھر سے یاد کرنا اور دہرانا ہوگا، کتاب ہدایت اور سرچشمۂ سنت کے ذریعہ ہر قسم کا غبار دھل جائے گا، عوام ہوں یا اولی الامر سب کے لیے اسی سرکار کا فیصلہ حرفِ آخر ہوگا، جو اس آستانے پر خود کو جھکا دے گا، وہ ہمیشہ کے لیے سربلند ہو جائے گا، جو وہاں کے فیصلوں کو بطیبِ خاطر منظور کرلے گا وہ ہر طرح نہال ہو جائے گا، یہ دنیا بھی اس کی ہو گی اور وہ دنیا بھی، شاعرِ مشرقؒ نے کیا پتے کی بات کہی ہے۔

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری مرے درویش، خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری تو مسلماں ہے تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

جس "صوتِ ہادیؐ" نے آج سے کوئی سوا چودہ سو سال پہلے عرب کی سرزمین کو زیر و زبر کیا اور دنیائے انسانیت کو حق و صداقت کا حیات آفریں پیغام دیا تھا۔ آج بھی اس کی صدائے بازگشت دنیا کے گوشے گوشے میں سنائی دے رہی ہے مسجدوں کے محراب و منبر ہوں یا قصرِ سلطانی کے بام و در، صحنِ گلشن ہو یا دامنِ صحرا، فلک بوس پہاڑ ہوں یا ناپید کنار دریا، ہر جگہ اس کی گونج سے اس کی فضا معمور ہے، اس صدائے آسمانی میں، سونے والوں کے لیے بیداری کا پیغام جاگنے والوں کے لیے حرکت و عمل کی دعوت اور مردِ میدان کے لیے جرأت و عزیمت کا سبق موجود ہے۔

کاش ہم گوشِ دل سے اس روح پرور صدائے بازگشت کی گونج کو سن سکیں، اپنی کوتاہیوں اور خسارے کو محسوس کر سکیں، اپنی متاعِ گم گشتہ کی بازیابی کے لیے کمربستہ ہو سکیں، مرکزِ حقیقی سے اپنے تعلق کو استوار کر سکیں حمیتِ دینی و غیرتِ اسلامی کو سینوں میں بیدار کر سکیں، دل میں ایمان و یقین کی شمع روشن کر کے یاس و تردد کے اندھیروں کو مات دے سکیں، وقت کب سے آواز دے رہا ہے۔

سبزۂ خوابیدہ وہ انگڑائیاں لے کر اٹھا صبح ہونے کو ہے، تہ کر غفلتیں بستر اٹھا
بحر ہے بےچین، کشتی ڈال دے، لنگر اٹھا تاجِ شاہی منتظر ہے، اے مسلماں سر اٹھا

دیکھ رحمت کی گھٹائیں ماہیِ بے آب ہیں
تیری کھیتی پر برسنے کے لیے بیتاب ہیں۔

●●●

AsliAhleSunnet.com

امام ضیاء الدین مقدسی صاحب "المختارة"

۵۶۹ - ۶۴۳ھ ـــــ ۱۱۷۴ - ۱۲۴۵ء

ـــــ مولانا محمد حنیف فیضی، جامعہ سلفیہ بنارس

نام ونسب وغیرہ: نام محمد، کنیت ابو عبداللہ اور لقب ضیاء الدین ہے، سعدی، مقدسی، جماعیلی، دمشقی، اور صالحی ان کی نسبتیں ہیں، ان کا سلسلۂ نسب باپ کی جانب سے اس طرح ہے، محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن منصور[1]۔ اور ماں کی طرف سے یہ ہے: محمد بن رقیہ بنت احمد بن محمد بن قدامہ[2]۔ بعض سوانح نگاروں کے بقول یہ سلسلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔[3]

مقدسی بیت المقدس کی جانب منسوب ہے، جماعیلی، جماعیل کی طرف، دمشقی دمشق کی جانب اور صالحی صالحیہ کی طرف۔ مقدسی اور جماعیلی اُن کے اپنے اصل خاندانی وطن کے لحاظ سے کہا جاتا ہے اور دمشقی اور صالحی ان کے اپنے پیدائشی وطن کے اعتبار سے۔ جماعیل ایک گاؤں کا نام ہے جو سرزمین فلسطین میں بیت المقدس کے قریب واقع ہے[4] اور صالحیہ دمشق کے مشہور پہاڑ قاسیون کے دامن میں آباد ہے۔ سعدی کے متعلق علم نہیں ہو سکا کہ اس نسبت کی حقیقت کیا ہے البتہ عمر رضا کحالہ نے "سعدیین" کی تعریف کرتے ہوئے ایک معنی یہ بھی لکھا ہے: "من قبائل فلسطین الشمالیۃ، اصلها من عرب المشارقۃ[5]" یعنی سعدیین وہ لوگ ہیں جو فلسطین کے شمالی قبائل سے متعلق ہیں۔ ان قبائل کی اصل عرب مشارقہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ امام ضیاء الدین بھی اُن ہی میں سے کسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۶)
۲۔ القلائد الجوہریہ فی تاریخ الصالحیہ (۱/۶۹)
۳۔ دیکھیے مقدمہ "المقنع" ص ۵
۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیے معجم البلدان (۲/۱۵۹-۱۶۰)
۵۔ معجم قبائل العرب (۲/۵۲۱)

AsliAhleSunnet.com

ان کا اصل وطن فلسطین ہے، ان کا گھرانہ اسی فلسطین میں جمّاعیل نامی گاؤں میں آباد تھا، جس نے

اصل وطن: صلیبیوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر دمشق کی جانب ہجرت کی اور پہلے مسجد ابی صالح میں دو تین برس اقامت کی، پھر آب وہوا راس نہ آنے کی وجہ سے وہاں سے منتقل ہوکر قاسیون پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی جس کا نام اس کے بعد ہی سے صالحیہ پڑ گیا۔

صالحیہ کی وجہ تسمیہ میں تین قول ہیں:

صالحیہ کی وجہ تسمیہ: ۱۔ یہ جبل قاسیون میں واقع ہے جو جبل صالحین سے معروف ہے۔

۲۔ صالحین کی طرف انتساب کرکے صالحیہ کہا جاتا ہے، اس لیے کہ جن لوگوں نے اس کی تاسیس کی وہ صالح تھے۔

۳۔ جن لوگوں نے اس کی بنا و تاسیس کی وہ مسجد ابی صالح میں تھے، اسی کی طرف نسبت کرکے اسے صالحیہ کہا گیا۔

جب صلیبیوں نے مقدسی حضرات پر کافی ظلم وزیادتی کی تو چھٹی

ہجرت کی ابتدا اور اس کے اثرات: صدی ہجری کے نصف آخر میں مقادسہ کی ایک بڑی تعداد نے دمشق کی جانب ہجرت کی۔ ان مہاجرین کی سیادت وسربراہی بنو قدامہ کو حاصل تھی، چنانچہ ضیاء مقدسی کے نانا شیخ احمد بن محمد بن قدامہ مہاجرین کے سربراہ تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ ابو عمر مہاجرین کے سربراہ قرار پائے۔

مہاجرین کا پہلا قافلہ ۵۵۱ھ میں ضیاء مقدسی کے نانا شیخ احمد بن محمد بن قدامہ کی قیادت میں دمشق پہنچا۔ اس پہلی ہجرت میں شیخ احمد کے ساتھ ان کے بہنوئی عبد الواحد بن سرور (حافظ عبد الغنی کے والد) ان کے بھتیجے محمد بن ابی بکر اور ان کے بھانجے و داماد عبد الواحد بن احمد (ضیاء مقدسی کے والد) تھے۔ شیخ احمد دمشق پہنچنے کے بعد خود وہیں رہ گئے اور ان تینوں حضرات کو واپس بھیجا تاکہ خاندان کے باقیماندہ افراد کو لے کر آئیں۔ پھر اس کے بعد پے درپے ہجرت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ بنو قدامہ نے دمشق پہنچ کر اس کی علمی اور اجتماعی زندگی پر زبردست اثر ڈالا، چنانچہ محمد احمد دھمان رقمطراز ہیں:

"ہمارے دور میں دمشق کی جانب مختلف خاندان کے لوگوں نے ہجرت کی مگر ان کا کوئی بھی قابل ذکر اثر دمشق کی تاریخ، آبادی اور اس کی سماجی زندگی پر نہ پڑا، لیکن بنی قدامہ کی ہجرت نے اس شہر پر زبردست تمدنی اثرات چھوڑے چنانچہ انھوں نے دمشق کے بغل میں ایک بڑے شہر (صالحیہ) کی بنیاد ڈالی جس کی وجہ سے آج تک ان کا نام زندہ وجاوید ہے پھر انھوں نے حنبلی مذہب کی نشر واشاعت کی جبکہ اس کے متبعین شام میں تھوڑے تھے۔ چنانچہ اس مذہب کے مدارس کا نہ صرف صالحیہ بلکہ دمشق میں بھی جال بچھ گیا۔ دمشق کی عظیم ترین جامع مسجد میں ان کا ایک سرکاری محراب خاص ہوگیا اور

AsliAhleSunnet.com

اس مذہب کے متبعین دمشق کے اطراف (دومہ، رحیبہ، ضمیر اور بعلبک) میں پھیل گئے، انھوں نے بعلبک میں حنابلہ کے متعدد مدارس قائم کیے۔ اب بھی بعلبک میں ایک مسجد ہے جو "مسجد حنابلہ" سے مشہور ہے۔

ان کی اس ہجرت کا حنبلی مذہب پر بھی اثر پڑا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی تحقیقات اور فقہی تصانیف کے ذریعہ حنبلی مذہب میں قیمتی کتابوں کا اضافہ کیا جو آج تک اس مذہب کی معتمد علیہ کتابیں ہیں، انھوں نے اس مذہب کی دعوت دمشق اور اس کے اطراف میں پھیلانی شروع کی یہاں تک کہ ادھر سو سال سے زیادہ عرصہ سے یہ مذہب سرزمین نجد تک پہنچ گیا۔

انھوں نے علم حدیث پر بھی اثر ڈالا، ہجرت کے بعد سے تقریباً سو سال تک حدیث کے زبردست علماء میں ان کا شمار ہوتا رہا۔ ان کے زمانے میں بہت سے دار الحدیث صالحیہ اور دمشق میں قائم ہوئے اور اس علم میں انھوں نے نئے گوشوں کا اضافہ کیا، جن کا علوم حدیث کی از سر نو ترتیب اور ان سے متعلق کتبوں کی تحقیق پر کافی اثر پڑا ان کی مشہور شخصیتوں میں حافظ ضیاء الدین مقدسی کا شمار ہوتا ہے، جنھوں نے صالحیہ میں ایک دار الحدیث قائم کیا اور اس کے لیے ایک لائبریری بنائی جو ان کے زمانے کی بڑی لائبریریوں میں سے ایک تھی، ان کی تالیفات میں سے "المختارۃ" ہے جس کو بعض علماء نے "مستدرک الحاکم" سے بہتر قرار دیا ہے۔

یہ لوگ عورتوں کی علمی ترقی پر بھی اثر انداز ہوئے چنانچہ ان کے علمی حلقوں اور حدیث کی مجلسوں میں عورتیں بھی حاضر ہوا کرتی تھیں، یوں صالحیہ اور پھر دمشق میں عورتوں کے اندر تعلیم کی تحریک چل پڑی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں اکثر عالمات حنبلی مذہب سے وابستہ تھیں۔

جیسا کہ اس زمانہ میں علماء نے دین کی نسبت سے القاب اختیار کیے، جیسے زین الدین، تاج الدین، اور محی الدین وغیرہ اسی طرح عالمہ عورتیں بھی ستُّ الناس، ستُّ العرب، ستُّ الکل، ستُّ الاہل، ستُّ الفقہاء، ستُّ العلماء، ستُّ القضاۃ، اور ستُّ العمائم کے لقب سے ملقب ہوئیں جن سے عمومی طور پر ان کی سربراہی و سیادت اور علماء و فقہاء پر بھی ان کی افضلیت کا مفہوم نکلتا ہے۔

انھوں نے دمشق میں لائبریریاں قائم کر کے علمی طور پر بھی اس شہر پر اثر ڈالا۔ چنانچہ آج یورپ کی مختلف لائبریریوں میں ان کے نادر قلمی نسخوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور دمشق کا مکتبہ ظاہریہ اب تک بنی قدامہ کی لائبریریوں کا رہین منت ہے۔

شام اور مصر کے اندر عوامی نظم و ضبط میں بھی انھوں نے اہم کردار ادا کیا، چنانچہ ان میں سے بہت سے افراد حکومت

AsliAhleSunnet.com

میں بڑے بڑے مناصب مثلاً قضاء وغیرہ پر فائز ہوئے۔ اور وہ ملکی سیاسیات میں بھی دخیل ہوئے، چنانچہ سلاطین کی ملاقات کے لیے انھوں نے مصر کا بھی سفر کیا اور وہاں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیے گئے۔ [1]

خاندان: امام صاحب کا خاندان دینی اور علمی دونوں ہی اعتبار سے ممتاز تھا، اس نے علم حدیث کی خدمت اور فقہ حنبلی کی نشر و اشاعت میں کافی شہرت حاصل کی اور صلیبیوں کے خلاف میدانِ جہاد میں حصہ لیا ذیل میں اس خاندان کے چند افراد کا ذکر کیا جا رہا ہے جو دینی اور علمی اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ ابو العباس احمد بن محمد بن قدامہ (۴۹۱ھ - ۵۵۸ھ) یہ امام ضیاء الدین کے نانا تھے، مہاجرین کی انھوں نے ہی سربراہی کی تھی، ان کے بارے میں ابن رجب رقمطراز ہیں کہ یہ جماعیل کے خطیب، بزرگ، عابد، زاہد، صاحب کرامات و مجاہدات تھے، ان کے لڑکے ابو عمر اور موفق صاحب المغنی نے ان سے روایت حدیث کی۔ [2]

۲۔ ابو عمر محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ (۵۲۸ھ - ۶۰۷ھ) یہ امام ضیاء کے ماموں تھے جو امام، فاضل، عابد، زاہد اور یگانۂ روزگار تھے، سلف کے مسلک پر گامزن تھے، سرزمین صالحیہ میں ان کی وفات ہوئی اور اپنے والد کے پاس مدفون ہوئے۔ [3]

۳۔ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (۵۴۱ھ - ۶۲۰ھ) یہ اُن کے دوسرے ماموں ہیں علمی حلقوں میں ان کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، ان کی مشہور کتاب "المغنی" تقابلی مطالعہ فقہ کے لیے بہت اہم شمار کی جاتی ہے۔ وہ جامع کمالات تھے، چنانچہ وہ قرآن، تفسیر، حدیث، مشکلات حدیث، فقہ، اصول فقہ، خلافیات، فرائض، نحو اور نجوم کے امام تھے، ان علمی کمالات کے ساتھ ساتھ وہ بلند پایہ دیندار، صاحب ورع و تقویٰ، اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ حمیدہ کے حامل تھے۔ سرزمین دمشق میں انتقال کیا اور دامنِ قاسیون میں مدفون ہوئے، عقائد کے باب میں سلف کے مسلک سے وابستہ تھے۔ [4]

۴۔ تقی الدین ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور (۵۴۱ھ - ۶۰۰ھ)۔ صاحب "الکمال فی اسماء الرجال" یہ ضیاء مقدسی کے خالو، ان کی والدہ کے پھوپھی زاد بھائی اور ان کے والد کے خالہ زاد بھائی تھے۔ اصحاب حدیث کے نزدیک ان کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، ان کی شہرت ان کے تعارف کے لیے کافی ہے۔ ابن رجب نے اُن کا تعارف کراتے ہوئے

---

[1] دیکھیے مقدمہ القلائد الجوہریہ ص ۱۲۰۹

[2] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۶۱)

[3] ان کے حالات کے لیے دیکھیے: ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۵۲) و شذرات الذہب (۵/۲۷)

[4] ان کے حالات کے لیے دیکھیے ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۱۳۳) و شذرات الذہب (۵/۸۸)

AsliAhleSunnet.com

لکھاہے کہ وہ حافظ وقت اور محدثِ دوراں تھے۔ حافظ ضیاء کا بیان ہے کہ وہ امیرالمومنین فی الحدیث تھے، کثیر العبادہ، صاحب ورع اور سلف کے قانون کے مطابق متمسک بالسنہ تھے، جب کسی منکر کو دیکھتے تو اپنے ہاتھ یا زبان سے اس کو مٹا دیتے۔ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت ڈال رکھی تھی۔ عقائد کے باب میں سلف صالح کے مسلک سے وابستہ تھے۔ [1]

۵۔ ابو احمد عبدالواحد بن احمد: یہ ضیاء مقدسی کے والد ہیں، ان کا تذکرہ مجھے نہیں مل سکا، جس سے ان کے علمی اور دینی حالات کا اندازہ لگ سکے۔ ابن طولون نے "القلائد الجوہریہ" میں ان کے کچھ متفرق واقعات ضرور قلمبند کیے ہیں، لیکن ان سے ان کے علمی یا دینی پہلو پر روشنی نہیں پڑتی۔ البتہ آپ کی کتاب "فضائل بیت المقدس" کے شروع میں اس کے فاضل محقق نے آپ کی سوانح لکھی ہے، اس میں آپ کے والد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "عالم فاضل" تھے۔ [2]

۶۔ ام احمد رقیہ بنت الشیخ احمد: یہ آپ کی والدہ ہیں ان کا بھی ترجمہ نہیں مل سکا۔ البتہ ابن طولون نے "القلائد الجوہریہ" میں ان کے بعض متفرق احوال لکھے ہیں، لیکن ان سے ان کی دینی یا علمی حیثیت پر روشنی نہیں پڑتی البتہ "القلائد الجوہریہ" کے محقق محمد احمد دھمان نے اپنے حاشیے میں ایک سند کا ذکر کیا ہے جس میں آپ کی والدہ کا بھی نام ہے، ان کو شیخہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عالمہ فاضلہ تھیں، علاوہ ازیں "فضائل بیت المقدس" کے محقق نے آپ کے حالات میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "صالحہ تقیہ" تھیں۔ [3]

۷۔ احمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن ابوالعباس شمس الدین المعروف بالبخاری (۵۶۴ - ۶۲۳ھ)

یہ ان کے بڑے بھائی اور استاد بھی ہیں جو امام، مفتی، مناظر، باوقار، حجت، صدوق، بڑے متحمل اور کامل صاحب مروت تھے۔ مقدسیوں میں ان سے زیادہ فصیح کوئی نہیں تھا، زبانیں ان کے شکر، ان کی شہرت اور ان کے فضل پر متفق ہیں۔ دامنِ قاسیون میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنے ماموں شیخ موفق کے پاس دفن ہوئے۔ [4]

۸۔ ابومحمد عبدالرحیم بن عبدالواحد بن احمد متوفی ۶۱۲ھ ۔ یہ ان کے دوسرے بھائی ہیں جو صاحب علم و فضل تھے اور ضیاء مقدسی کے ساتھ ان کے بعض علمی سفر میں شریک تھے، ان کے تفصیلی حالات یا سوانح حیات کا علم نہیں ہو سکا۔ [5]

---

[1] ان کے حالات کے لیے دیکھیے: ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۵-۳۴) مقدمہ فضائل بیت المقدس ص ۱۰

[3] مقدمہ القلائد الجوہریہ (۱/۱۱ حاشیہ نمبر۱) و مقدمہ فضائل بیت المقدس ص۱۔ [4] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۱۶۸-۱۶۹)

[5] ثبت سماع ضیاء المقدسی و مقدمہ فضائل بیت المقدس ص ۱۳، ۱۴، ان کی وفات ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۳۱) میں مذکور ہے

AsliAhleSunnet.com

۹۔ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن احمد، ملقب بہ جمال الدین (۵۶۳ - ۵۹۷ھ)۔ یہ اُن کے چچازاد بھائی تھے جو فقیہ، زاہد صاحب ورع اور خشیت الٰہی سے بھرپور تھے یہاں تک کہ "زاہد" کے لقب سے معروف تھے۔ ایک مدت تک حدیث بیان کی اور آخیر عمر میں حج کا شرف حاصل کر کے بیت المقدس کی جانب روانہ ہوئے کہ راستہ ہی میں بمقام نابلس موت نے ان کا کام تمام کر دیا۔ [۱]

۱۰۔ ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن احمد، ملقب بہ بہاء الدین (۵۵۶ - ۶۲۴ھ): یہ بھی آپ کے چچازاد بھائی تھے جو صالح، زاہد، صاحب ورع، غازی، مجاہد، فیاض، متواضع اور اچھے طور طریق کے حامل تھے۔ آخری عمر میں کامل طور پر حدیث ہی کے ہو کر رہ گئے تھے۔ فقہ، حدیث اور رقائق میں تصنیف کا کام انجام دیا۔ دامنِ قاسیون میں مدفون ہوئے۔ [۲]

۱۱۔ محمد بن عبدالرحیم بن عبدالواحد (۶۰۷ - ۶۸۶ھ) یہ آپ کے بھتیجے ہیں جو آپ کے ساتھ خصوصی لگاؤ رکھتے تھے آپ کے ہاتھ پر تکمیل و فراغت کی۔ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ امام، فقیہ، محدث، زاہد، عابد، کثیر الخیر تھے۔ تقویٰ میں اونچا مقام رکھتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی قدر و منزلت تھی۔ یونینی کے بیان کے مطابق وہ علم، عمل صلاح اور عبادت کے باب میں شیوخ کے سادات میں سے تھے۔ جبل قاسیون میں اپنے گھر پر انتقال کیا اور شیخ موفق کے پاس "روضہ" میں مدفون ہوئے۔ [۳]

۱۲۔ فخر الدین ابوالحسن علی بن احمد بن عبدالواحد (۵۷۵ - ۶۹۰ھ) یہ آپ کے دوسرے بھتیجے ہیں جن کا علمی اور دینی پایہ نہایت بلند تھا، کریم النفس، بلند اخلاق کے حامل اور عمدہ سیرت و کردار کے مالک تھے۔ عابد زاہد، مُسنِد، مُکثِر، باوقار، طلبہ کی عزت کرنے والے اور عبادت پر مواظبت کرنے والے تھے۔ روایتِ حدیث میں مقام ریاست ان پر ختم تھا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ فقیہ، امام، فاضل، ادیب، زاہد، صالح، صاحب خیر اور عادل و مامون تھے۔ روایت حدیث میں جو مقام ان کو حاصل ہوا وہ ان کے زمانے میں کسی کو نہیں مل سکا۔ امام ابن تیمیہ کا بیان ہے کہ روایتِ حدیث کے سلسلے میں جب میں اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ان کو داخل کرتا ہوں تو مجھے شرح صدر ہو جاتا ہے۔ دامنِ قاسیون میں اپنے والد کے پاس مدفون ہوئے۔ [۴]

---

۱ ذیل طبقات الحنابلہ (۱/۴۴۲)
۲ ایضاً (۲/۱۷۰ - ۱۷۱)
۳ ایضاً (۲/۳۲۰ - ۳۲۲)
۴ ایضاً (۲/۳۲۵ - ۳۲۹)

AsliAhleSunnet.com

۱۳۔ سیف الدین ابوالعباس احمد بن المحدث الفقیہ مجد الدین عیسٰی بن الامام العلامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (۶۰۵ – ۶۴۳ھ) یہ آپ کے بھانجے تھے جو علم و عمل دونوں اعتبار سے عالی مقام کے حامل ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اگر ان کی عمر زیادہ ہوتی تو علم و عمل دونوں حیثیت سے اپنے ہمعصروں کے سردار ہوتے۔ علم حدیث میں ان کا پایہ بلند تھا، محدث کے لقب سے ملقب تھے، سلفیت کے حامل تھے۔ ذکاوت، تقوی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور مروات تامہ کے اوصاف ان میں پائے جاتے تھے۔ دامن قاسیون میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی اور اسی میں مدفون ہوئے۔ ان کے والد علامہ موفق صاحب "المغنی" کے صاحبزادے ہیں جو بلند پایہ عالم تھے، ان کے تعارف کے لیے اس قدر کافی ہے کہ امام ذہبی نے محدث اور فقیہ کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ ۶۱۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔[۱]

ولادت: تذکرہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی پیدائش ۵۶۹ھ میں ہے۔ البتہ الدارس فی تاریخ المدارس اور القلائد الجوہریہ فی تاریخ الصالحیہ میں ۵۶۷ھ چھپا ہے، مگر یہ بلاشبہ ناسخ کی غلطی ہے۔[۲] ماہ ولادت کے بارے میں دو طرح کی روایتیں منقول ہیں۔ (۱): ابن نجار کا بیان ہے کہ میں نے ضیاء سے ان کی ولادت سے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جمادی الاولی ۵۶۹ھ بتایا۔ (۲): ابن نجار فرماتے ہیں کہ میں نے ضیاء کی اپنی تحریر دیکھی ہے کہ میری تاریخ پیدائش ۶ رجمادی الآخرہ ۵۶۹ھ ہے۔ ذہبی نے ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ میرے نزدیک دوسرا قول صحیح ہے کیونکہ ضیاء نے عمر بن حاجب کو بھی یہی بتایا ہے۔[۳] ابن رجب نے یہ دونوں روایتیں نقل کی ہیں۔ لیکن تاریخ ۵ رجمادی الآخرہ لکھی ہے[۴] اور عمر رضا کحالہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے[۵] رہی جائے پیدائش تو وہ سرزمین دمشق میں مقام صالحیہ ہے۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ دیر مبارک میں پیدا ہوئے۔[۶] اس دیر سے مراد دیر حنابلہ ہے جب امام صاحب کے گھرانہ نے مسجد ابی صالح سے دامن قاسیون کی جانب منتقل ہونا چاہا تو پہلے وہاں ایک گھر بنایا جو متعدد کمروں پر مشتمل تھا۔ یہی گھر دیر حنابلہ سے معروف ہوا۔ اور آپ کی پیدائش اسی دیر میں ہوئی۔[۷]

---

[۱] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۱۸) و ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۱۴۲ و ۲۴۳) [۲] ان ہر دو کتابوں میں جو سنہ ولادت مذکور ہے وہ العبر للذہبی اور الوافی بالوفیات للصفدی سے منقول ہے درانحالیکہ ان دونوں کتابوں میں تاریخ پیدائش ۵۶۹ھ درج ہے۔ [۳] تاریخ الاسلام للذہبی وفیات ۶۴۳ھ [۴] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۶) [۵] معجم المولفین (۱۰/۲۶۳) [۶] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۶) و تاریخ الاسلام وفیات ۶۴۳ھ [۷] مقدمہ القلائد الجوہریہ ۱/۸ و ۱۲، ۱۳)

AsliAhleSunnet.com

علمی نشو و نما: آپ نے ایسے دور اور ماحول میں آنکھیں کھولیں جو علمی نشو و نما کے لیے بیحد سازگار تھا۔ اسلامی ممالک میں عموماً علمی اور ثقافتی سرگرمیاں اپنے شباب پر تھیں۔ بڑے بڑے ارباب فضل و کمال، اپنے دریائے فیض سے دنیائے اسلام کو سیراب کر رہے تھے۔ ہر طرف علم حدیث اور تفقہ فی الدین کا چرچا تھا۔ آپ کا شہر دمشق خاصکر گہوارۂ علوم و فنون اور محدثین عظام و فقہاء کرام کا پایۂ تخت بنا ہوا تھا، بلکہ آپ کا گھرانہ خود ہی طالبان علم و فن کا ملجیٰ و ماویٰ بنا ہوا تھا۔ ان حالات کے لازمی تقاضے کے طور پر آپ بھی اس جانب متوجہ ہوئے۔ اپنے خالو حافظ عبدالغنی مقدسی کے دامنِ علم سے وابستہ ہوگئے اور ان سے علوم و فنون کی تکمیل کی۔

طالبعلمی کی ابتدا: آپ بچپن ہی سے علم و فن کی تحصیل میں منہمک ہوگئے تھے، چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ضیاء نے ۵۷۶ھ اور اس کے بعد دمشق میں ابو معالی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا[۱] اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ کمسنی ہی میں آپ علم و فن کے طلب میں مشغول ہوگئے تھے، اسی طرح آپ کے شاگرد محمد بن حسن بن سلام کا بیان ہے کہ آپ بچپن سے لے کر آخر عمر تک علم میں مشغول رہے۔[۲]

علمی سفر: علم حدیث کی طلب میں سفر کرنا محدثین کے نزدیک پرانے زمانے سے معروف رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے علماء نے اخذ و استفادہ کے سلسلے میں اپنے مقامی یا قرب و جوار کے علماء پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دور دراز مقامات کی خاک چھان کر اصحاب علم و فضل کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان کے علمی فیوض سے مستفید ہو کر فائز المرام ہوئے امام صاحب ایک ممتاز علمی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے خود ان کے گھرانے کے کتنے ہی افراد اور ان کے شہر دمشق کے علماء کرام نے تحصیل علم کے میدان میں سفر کیا، بھلا انھیں کیونکر گوارا ہو سکتا تھا کہ علماء کے اس طریقے کو چھوڑ کر علم و فضل سے محروم رہ جائیں۔ بخصوصاً جبکہ وہ علم و فن کے بیحد شوقین تھے۔ چنانچہ انھوں نے بھی ترکِ وطن کیا اور متعدد مقامات کی خاک چھان کر مختلف ارباب علم و فضل سے کسب فیض کیا اور اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ اس سلسلے میں انھوں نے مصر، بغداد، اصبہان، ہمدان، نیشاپور، ہرات، مرو، حلب، حران، مُوصِل، مکہ مکرمہ، قدس اور عسقلان کا سفر کیا۔ حافظ ذہبی نے ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے: صاحب التصانیف والرحلۃ الواسعۃ، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے وسیع پیمانے پر علمی سفر کیا۔

علامہ ذہبی نے صراحت کی ہے کہ آپ نے اولاً ۵۹۵ھ میں مصر کا سفر کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے علمی

[۱] سیر اعلام النبلاء (۱۲۷/۲۳)　[۲] تاریخ الاسلام، وفیات ۶۴۳ھ

AsliAhleSunnet.com

سفر کا آغاز کیا۔ ۵۹۵ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۶ سال تھی۔ "فضائل بیت المقدس" کے فاضل محقق نے ان کے علمی سفر کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ ۵۹۵ھ میں مصر کا سفر کیا، پھر بغداد، ہمذان، اصبہان وغیرہ گئے اور اس سفر میں تقریباً دو برس (۵۹۸ - ۵۹۹ھ) رہے۔ پھر بغداد لوٹ کر آئے اور وہاں ۵۹۹ھ سے ۶۰۱ھ تک قیام کیا۔ اس کے بعد اپنے شہر دمشق لوٹ گئے اور وہاں ۶۰۵ھ تک ٹھہرے رہے۔ ۶۰۵ھ میں طویل سفر شروع کیا۔ حلب، حران اور موصل میں حدیث کا سماع کیا، پھر ۶۰۶ھ میں اصبہان اور ہمذان پہنچے ۶۰۸ھ تک وہاں رہے پھر ۶۰۹ھ میں مرو اور نیشاپور میں حدیث کا سماع کیا اور ۶۱۰ھ میں ہرات پہنچے اور اس سفر کے بعد جو پانچ برس سے زائد عرصہ پر مشتمل تھا، دمشق واپس آئے۔ ۶۲۵ھ میں سرزمین قدس میں مسجد اقصیٰ کے اندر حدیث کا سماع کیا۔ بلکہ مکرمہ اور عسقلان وغیرہ میں بھی سماع حدیث کا شرف حاصل کیا۔[1]

ان کے اساتذہ کی صحیح تعداد نہیں معلوم ہو سکی۔ ابن رجب نے لکھا ہے: یقال انہ کتب

اساتذہ: عن ازید من خمس مائۃ "شیخ ضیاء نے پانچ سو سے زیادہ شیوخ سے (علوم و فنون) قلمبند کیے۔ بعض شیوخ کے نام مندرجہ ہیں:

حافظ عبدالغنی[1] مقدسی۔ ابوعمر[2] محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی۔ موفق[3] الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی صاحب المغنی۔ ابوالمعالی[4] بن صابر۔ خضر[5] بن طاووس، فضل[6] بن البانیاسی، عمر[7] بن حمویہ۔ یحییٰ[8] ثقفی۔ احمد[9] بن علی بن حمزہ ابن الموازینی۔ محمد[10] بن حمزہ بن ابی الصقر۔ ابن[11] صدقہ حرانی، عبدالرحمان[12] بن علی خرقی۔ اسماعیل[13] جنزوی، برکات[14] خشوعی۔ ابوالقاسم[15] بوصیری۔ اسماعیل[16] بن یاسین۔ ابوجعفر[17] صیدلانی۔ القاسم[18] بن ابی المطہر صیدلانی۔ عفیفہ[19] فارفانیہ، خلف[20] بن احمد۔ اسعد[21] بن سعید بن روح، زاہر[22] بن احمد ثقفی۔ المؤید[23] بن الاخوۃ۔ المؤید[24] طوسی۔ زینب[25] شعریہ۔ ابوروح[26] عبدالمعز بن محمد۔ ابوالمظفر[27] ابن السمعانی۔ الافتخار[28] ہاشمی۔ عبدالقادر[29] رہاوی۔ علی[30] بن ہبل، المبارک[31] بن المعطوش۔ ابوالفرج[32] ابن الجوزی۔ ابن[33] ابی المجد حربی۔ ابواحمد[34] ابن سکینہ۔ حسین[35] بن ابوحنیفہ۔ حسن[36] بن اشنانہ فرغانی۔[3]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۶، ۱۲۷)، تاریخ الاسلام، وفیات ۶۴۳ھ، فضائل بیت المقدس مقدمہ ص ۱۵

[2] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۷)

[3] سیر اعلام النبلاء (۲۲/۶، ۲۳/۱۲۷)، تاریخ الاسلام، وفیات ۶۴۳ھ

AsliAhleSunnet.com

شیوخِ اجازہ

امام صاحب کو بہت سے لوگوں نے روایتِ حدیث کی اجازت دی تھی۔ سب سے پہلی اجازت ان کو حسن بن علی شیرویہ بغدادی سے ۵۴۸ھ میں ملی۔ اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی۔ ذیل میں بعض شیوخ کے نام لکھے جا رہے ہیں۔

حافظ سلفیؒ، شہدہؒ۔ احمدؒ بن علی بن النائمؒ، اسعدؒ بن بلدرک۔ تجنیؒ وہبانیہ، ابن شاتیل۔ عبدالحقؒ یوسفی۔ عبدالرحیمؒ یوسفی، عیسیٰ دوشابی۔ محمدؒ بن نسیم عیشونی۔ مسلمؒ بن ثابت نحاس، ابو شاکر سقلاطونی، عبداللہؒ بن بری نحوی، ابوالفتح عبداللہؒ بن احمد خرقی۔ وغیرہ۔ ●●● (جاری)

بقیہ : اسلام اور متعدد شادیاں :

مسٹر تھامس اس بیماری کا مداوا یہ ہے کہ متعدد شادیوں کی اجازت دی جائے۔ اس طرح یہ مصیبت دور ہو سکتی ہے اور ادھر ادھر بھٹکنے والی لڑکیاں گھروں میں بیٹھ کر خانگی نظام کو سنبھالنے کے قابل بن سکتی ہیں۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہ دی جائے گی تو یہ مصیبت بہت بڑھ جائے گی۔"

"ایسٹرن میل" میں مسز اٹرووڈ لکھتی ہے کہ عورتوں کا گھروں میں خادمہ کی حیثیت سے کام کرنا کارخانوں میں کام کرنے سے بہتر ہے۔"

کاش ہمارے ملک ہندوستان میں ممالک اسلامیہ کی طرح وقار اور طہارت و پاکدامنی کا چلن ہوتا۔ آخر میں دعا ہے کہ اے اللہ! تو ہمیں اسلام کے خلاف کیچڑ اچھالنے والوں کے کیچڑ کو صاف کرنے کے لئے بہترین صابن و پانی سے نواز۔ آمین

بقیہ : چلّہ کشی :

پیر سپاہی ٹے سے فارغ ہو کر سالہا سال بعد گھر لوٹتے ہیں، جو اس تبلیغی چلّہ کی انتہائی کریہہ مذموم اور قابلِ نفرت صورت ہے۔

چلّہ کشی کے غیر مشروع ہونے پر جو بحث اوپر پیش کی جا چکی ہے، اس کے بعد اب مزید کسی وضاحت کی نہ حاجت ہے اور نہ گنجائش باقی۔ لہٰذا ہم علامہ اقبال مرحوم کے ایک شعر کے ساتھ ہی مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

یہ معاملے ہیں نازک جو تری رضا ہو تو کر ۔۔۔ کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔ ●●●

AsliAhleSunnet.com

اسلام اور متعدد شادیاں

عبداللہ عبدالرؤف جامعہ سلفیہ

اسلام دین فطرت ہے اس نے اپنی ہر ہدایت میں انسان کی نفسیات، میلانات اور رجحانات کا خیال رکھا ہے اس کی ہر بات فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

اسلام نے ایک آدمی کو جو یہ اجازت دی ہے کہ وہ بیک وقت ایک سے لے کر چار عورتوں تک کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ " فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ - تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں خوش آئیں۔ دو دو، تین تین اور چار چار۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی۔

اسلام کی یہ اجازت بھی انسانی فطرت کے عین مطابق ہے لیکن اسلام کی اس اجازت پر ان لوگوں کو سخت اعتراض ہے جو اس دور میں عورتوں کی بہی خواہی اور مردوں کے ساتھ ان کی ہمدردی و مساوات کے علمبردار ہیں یہ لوگ شریعت اسلامیہ کی اس اجازت کو کسی نہ کسی حیلے سے ختم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اسلام جن ضرورتوں اور مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی اجازت دیتا ہے ان سے یہ لوگ اغماض کرجاتے ہیں۔

آئیے! میں آپ کو بتلاؤں کہ اسلام نے کیوں اور کن مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے متعدد شادیوں کو مشروع قرار دیا ہے۔

اگر معاشرتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بعض حالات میں متعدد شادیاں ناگزیر ہوجاتی ہیں عام ط

AsliAhleSunnet.com

بہ اکثر ممالک میں مردوں کے بالمقابل عورتوں کی کثرت ہوتی ہے ایسی صورت میں اخلاقی وسماجی نقطۂ نظر سے تعدد ازدواج ضروری ہو جاتا ہے ورنہ معاشرہ میں بے حیائی جنم لیتی ہے اور ناجائز اولاد کی بھرمار ہو جاتی ہے۔

معاشرتی مجبوریوں کے علاوہ ذاتی حالات کی وجہ سے بھی انسان متعدد شادیاں کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے مثلاً پہلی بیوی بانجھ ہو اور مرد کو اولاد کی خواہش و تمنا ہو اور معاملہ صرف خواہش و تمنا ہی کا نہیں بلکہ اہم ترین تمدنی اور ذاتی ضرورت کا بھی ہے۔ تجارت کو فروغ دینے کے لئے، کاروبار میں ہاتھ بٹانے کے لئے، گھر کی نگرانی کرنے کے لئے۔ بڑھاپے میں کام آنے کے لئے اور تمدن کی گاڑی آگے کھینچنے کے لئے نسل انسانی کا تسلسل حد درجہ ضروری ہے یا عورت کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جس کے نتیجہ میں وہ مصاحبت و مجامعت کے قابل نہ ہو یا شوہر اپنے کاروبار کے سلسلے میں مہینوں باہر رہتا ہو اور وہاں یہ اپنے اہل وعیال کو نہ لے جا سکتا ہو ان تمام حالات وظروف میں اسلام نے متعدد شادیوں کی اجازت دی ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان تمام صورتوں میں اگر متعدد شادیوں کی اجازت نہ ہو تو پھر یا تو مرد بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہوگا۔ یا جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے بے راہ روی اختیار کرے گا جیسا کہ ہم ان ممالک میں دیکھتے ہیں جہاں تعدد ازدواج کے اصول پر عمل نہیں کیا جاتا۔

درحقیقت تعدد ازدواج کا اسلامی نظام اخلاقی بلندی اور معاشرہ کی پاکیزگی کا بہترین وسیلہ ہے اس نظام میں انسان کو یہ آزادی نہیں ہوتی کہ وہ جتنی عورتوں سے جب چاہے تعلق قائم کرے بلکہ اس بات کی پابندی ہوتی ہے کہ پہلی بیوی کے علاوہ صرف تین عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ نکاح ہو اور عورتوں کے اولیاء اس عقد سے واقف اور اس کے حق میں ہوں۔ اس اخلاقی پہلو کے علاوہ تعدد ازدواج کے اس اسلامی نظام کا انسانی پہلو یہ ہے کہ مرد شوہر سے محروم ایک عورت کو اپنی زوجیت میں لاکر معاشرہ کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے اور عورت کو ایک دائمی سہارا مل جاتا ہے۔

اسلامی تعدد کی صورت میں مرد عورت کو حمل و ولادت کے دوران پوری راحت پہونچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناجائز تعلق کی صورت میں مرد جنسی اتصال کے بعد عورت سے جدا ہو جاتا ہے اور اسے تنہا مشکلات ومصائب کا سامنا کرنے کے لئے بے یار ومددگار بلکہ احساس جرم سے دلفگار چھوڑ دیتا ہے۔ تعدد

AsliAhleSunnet.com

کی صورت میں مرد اولاد کا ذمہ دار ہوتا ہے اور یہی اولاد مستقبل میں معاشرہ کی ترقی کا باعث ہوتی ہے اس کے برعکس ناجائز تعلق کی صورت میں ناجائز اولاد کی کثرت ہوتی ہے اور جب ناجائز اولاد کی کثرت ہوتی ہے تو بے شمار اخلاقی، معاشی اور معاشرتی مسائل وجود پذیر ہوتے ہیں اس طریقے سے پورا معاشرہ اخلاقی آوارگی اور معاشرتی انارکی کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ تعدد ازدواج کے اس اسلامی نظام میں انسان کو جہاں محدود و مشروط طور پر اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کا موقع دیا گیا ہے وہیں اس پر مختلف قسم کی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں جن کا ادا کرنا اس کے لئے ضروری ہے۔

اس کے بالمقابل مغربی معاشرہ میں تعدد کی جو صورت جاری وساری ہے اسے دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ وہاں پر بیویوں کے بجائے دوست خواتین ہوتی ہیں جن کے ساتھ نہ تو قانونی طور پر مرد کا نکاح ہوتا ہے اور نہ خاندان کے لوگوں کو مرد وعورت کے تعلقات کی خبر ہوتی ہے۔ جنسی اتصال کے بعد مرد پر کوئی ذمے داری بھی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ عورت کی عزت وکرامت سے کھیلنے کے بعد اُسے ذلت ورسوائی، مصائب وآلام کا سامنا کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مرد پر یہ بھی ذمہ داری نہیں ہوتی کہ وہ اس تعلق سے پیدا ہونے والی اولاد کو اپنی اولاد تسلیم کرتے اب قابل غور بات یہ ہے کہ تعدد کی دونوں صورتوں میں کون سی صورت اخلاقی تحفظ اور شہواتی جذبات کو دبانے کی ضامن ہے اور کس کے اندر عورت کے احترام اور انسانیت کی بہبود کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔

اہل مغرب نے تعدد ازدواج کے اس اسلامی نظام پر محض اسلام دشمنی کے ناطے بہت کچھ لے دے کی۔ اس کے خلاف خوب خوب کیچڑ اچھالے اور اسے دامن اسلام کا ایک بدنما داغ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا لیکن ایک وقت آیا جب خود یورپ کے معاشرے میں ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ یوروپین مصلحین تعدد کی تعریف پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ "لندن ٹرتھ LONDON TRUTH" میں ایک خاتون اپنے مضمون میں لکھتی ہے کہ "آوارہ گرد عورتوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے اسباب کی چھان بین کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں بحیثیت ایک عورت جب ان لڑکیوں کو دیکھتی ہوں تو میرا دل غم سے پھٹنے لگتا ہے لیکن اگر اس صورت حال کو روکنے کے لئے اقدام نہ ہو تو اس غم کا کوئی فائدہ نہیں۔ بقول

(باقی صد ۴۳ پر)

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازیوں کے پانچ مختلف درجے

پہلا ۱ **:** خود آپ اپنے پر ظلم ڈھانے والا، قصور دار : وہ نمازی جو طہارت و وضو، پابندیِ اوقات اور ارکان و حدود میں کوتاہی برتتا ہے۔

دوسرا ۲ **:** وہ جو نماز کے اوقات، حدود اور ظاہری ارکان اور وضو (وغیرہ) کی حفاظت تو کرتا ہے لیکن وساوس (اور لایعنی خیالات) کے تعلق سے اپنے نفس سے مجاہدہ نہیں کرتا۔ تو وہ اپنے وسوسوں اور خیالات کا شکار ہو گیا۔

تیسرا ۳ **:** وہ جو نماز کے حدود و ارکان کی حفاظت کرتا ہے اور وسوسوں و پریشان خیالی کو دفع کرنے میں اپنے نفس سے مجاہدہ بھی کرتا ہے، تاکہ دشمن اس کی نماز میں سے کوئی شئے چرا نہ لے جائے۔ تو یہ شخص گویا نماز اور جہاد میں ہوتا ہے۔

چوتھا ۴ **:** وہ نمازی جو ادائیگی نماز کے لیے جب کھڑا ہوتا ہے تو نماز کے کل حقوق، ارکان اور حدود کو پورا کرتا ہے اور حدود و حقوقِ نماز کے اہتمام میں ہمہ تن مستغرق ہو جاتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ادنیٰ شئے بھی چھوٹ جائے، بلکہ اس کی مکمل فکر اور پوری توجہ اس بات میں لگ جاتی ہے کہ نماز کما حقہ قائم ہو جائے اور کمالِ عروج تک پہنچے، غرضیکہ نماز کی شان (وعظمت) اور اس میں اپنے رب کی عبدیت سے اس کا دل سرشار ہو جاتا ہے۔

پانچواں ۵ **:** وہ نمازی ہے جو نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اسی طرح کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دل کو اپنے عزت و جلال والے آقا کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ چشمِ دل سے اسے دیکھتے ہوئے اس کا استحضار اور مراقبہ کرتے ہوئے، اس کی محبت و عظمت سے لبریز و سرشار ہوتے ہوئے، گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ درانحالیکہ اس کے تمام وسوسے کافور ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور اس نمازی کے اور رب کے درمیان کے کل حجابات اٹھ چکے ہوتے ہیں۔ اس نمازی اور دیگر نمازی کے درمیان نماز کا فرق آسمان اور زمین کے فرق سے زیادہ ہوتا ہے۔ ایسا نمازی اپنی نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوتا ہے۔

ان پانچ درجوں میں پہلا۱ نمازی مستوجبِ عقاب، دوسرا۲: قابلِ محاسبہ، تیسرا۳: بخشا بخشایا، چوتھا۴: مستحقِ ثواب و اجر اور پانچواں۵ مقرب الہی ہے۔

(علامہ ابن قیم [illegible] الوابل الصیب)

AshAhleSunnet.com

نغمۂ بیداری

شاہد اثری
مدرس مدرسہ انوار العلوم نوڈیہوا

بیدار ہو اے قوم مسلم غفلت کی ردا کو دور ہٹا۔
چھائی ہوئی ہے اس دنیا پر بے دینی کی تاریک گھٹا

احکامِ خدا کے ہوتے ہوئے قبروں کی پرستش ہوتی ہے
اس ظلمتِ شرک و بدعت میں آ پھر شمع ایمان جلا

میدان عمل میں داخل ہو یہ وقت نہیں ہے سونے کا
تو بازوئے زورِ حیدر ہے کردار کی اب قوت دکھلا

جو دین پہ اپنی کم علمی کے باعث حملے کرتے ہیں
یہ عقل و خرد سے عاری ہیں بیچاروں کو آداب سکھا

"اسلام خدائی مذہب ہے اسلام ہی دینِ فطرت ہے"
تو اس کا مفسر ہے، سب کو اس مذہب کے نکتے سمجھا

ہر آن ہو اے مردِ مسلم تبلیغ شریعت شیوہ ترا
تجھ پہ جو فریضہ عائد ہے تو اس کو ادا کر کے دکھلا

تو اپنے کو مسلم کہتا ہے، تیرے لیے لازم ہے شاہد
اللہ کی اس دنیا میں نکل اور روشنیِ ایماں پھیلا۔

•••

AsliAhleSunnet.com

SEPTEMBER 1988 Vol. VI - No. IX

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

مکتبہ سلفیہ (بنارس) کی تازہ ترین پیش کش

اسلام اور پیغمبر اسلام

صلی اللہ علیہ وسلم

اہل انصاف کی نظر میں

تالیف : شیخ احمد بن حجر آل بوطامی

ترجمہ : اقبال احمد سلفی

تقدیم ومراجعہ : ڈاکٹر مقتدیٰ حسن یاسین

Published by: Abdul Auwal Ansari, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama and Printed at Salafia Press, B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi and Published at B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi. Editted by : A.W.H.

AsliAhleSunnet.com